قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کیلئے مخلصانہ دعا کرو

مشکوۃ شریف ص ۱۴۴ المشی بالجنازہ

دُعا بعد جنازہ کا جواز

تالیف

قاری محمد طیب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء (الحدیث)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کیلئے مخلصانہ دعا کرو

مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴ / المشی بالجنازہ

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر قرآن و حدیث سے
مضبوط دلائل اور منکرین کے اعتراضات کے مسکت جوابات

دعا بعد جنازہ کا جواز

تالیف

قاری محمد طیب

ناشر:

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	دُعا بعد جنازہ کا جواز
تصنیف	:	مولانا قاری محمد طیب نقشبندی
تصدیق ونظر ثانی	:	شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد علی قدس سرہٗ
کتابت	:	دار الکتابت، حضرت کیلیانوالہ
مطبع	:	ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور
طبع بار اول	:	
طبع بار دوئم	:	اپریل ۱۹۹۹ء
طبع بار سوئم	:	اپریل ۲۰۰۲ء
ہدیہ	:	-/[redacted] روپے

ناشر

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899
ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com
ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین سند الکاملین زبدۃ العارفین حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار حضرت کیلیانوالہ شریف اور پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں، جن کی روحانیت نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی اللہ ان کے صدقے میری یہ حقیر کوشش قبول اور عوام میں مقبول بنائے اور اس کے طفیل ذریعہ نجات پیدا فرمائے۔

احقر العباد

محمد طیب غفرلہٗ

۲۵ شعبان ۱۴۰۵ھ

Scanned with CamScanner

تقریظ ۳

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد علی شیخ الحدیث

جامعہ رسولیہ بلال گنج لاہور مصنف تحفہ جعفریہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

میرے بڑے بیٹے مولوی محمد طیب نے نماز جنازہ کے بعد دعاء کے جواز پر پیش نظر رسالہ قرآن وحدیث کے دلائل سے مرتب ومزین کیا ہے۔

پہلی بار جب برخوردار نے مجھے رسالہ کا مسودہ دکھایا اور میں نے اسے بنظر غائر پڑھا تو دلائل کی ترتیب میں ایک بنیادی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی اور ضروری ہدایت کی۔ اس کے بعد برخوردار نے رسالہ کو از سر نو ترتیب دیا اور جب مجھے دکھایا تو میں نے رسالہ کو واقعی اپنے موضوع پر ہر لحاظ سے کامل واکمل پایا اور بڑی مسرت ہوئی کہ اللہ نے میری اولاد کو بھی بہتر تصنیف کی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ اور میں بلا ردد کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی منصف مزاج انسان پیش نظر رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا تو حق قبول کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

دعا ہے کہ اللہ فاضل عزیز کی یہ سعی قبول کرے اور اسے ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

نوٹ

برخوردار مولوی طیب سلمہ اللہ تعالیٰ کی اس استعداد کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ دوران تعلیم اللہ تعالیٰ نے اسے ایک محنتی اور ذہین ساتھی عطاء فرمایا۔ اس ساتھی کا نام مولوی صابر علی ہے کہ جنہوں نے برخوردار مولوی محمد طیب

کی زندگی کے اطوار کا تعارف لکھا ہے۔ دونوں ساتھیوں نے سنہ ۱۹۷۱ء میں درس نظامی کی ابتداء کی۔ ان کی ذہانت اور محنت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے شامل حال ہونے کی وجہ سے صرف پانچ سال کے مختصر سے عرصہ میں چودہ علوم کی تکمیل کر لی۔ اور پھر دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کر لی ہیں میں نے اپنی بساط کے مطابق ان دونوں کی علمی اور اخلاقی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہ دونوں میرے فاضل اور قابل فخر شاگردوں میں سے ہیں۔ مولوی محمد طیب تو میری جسمانی اولاد ہے۔ لیکن روحانی اولاد ہونے کے اعتبار سے ان دونوں میں میرے نزدیک ادنی واعلیٰ کا امتیاز نہیں۔ استعداد میں دونوں ہم پلہ ہیں۔ دونوں کے لیے میں اللہ کے حضور دست بدعا ہوں۔ کہ وہ انہیں قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی تعلیمات کو پڑھنے پڑھانے کی تادم آخر توفیق عطا فرمائے اور دنیا وآخرت میں انہیں درجات علیا عطاء فرمائے۔ اور میرے لیے انہیں سرمایۂ آخرت بنائے۔

خصوصاً برخوردار محمد طیب کی رسالہ مذکور کی صورت میں کی گئی سعی کو مشکور و مقبول فرمائے۔ اور اسے اس کے لیے نجات اخروی کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحق حبیبک ورسولک الرؤف الرحیم وصلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ علی سیدنا ومولنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

محمد علی عفا اللہ

مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج

تقریظ ۲

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی

مہتمم جامعہ اویسیہ بہاولپور

دعا نہ صرف عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ اور اسی قبیل سے دعا بعد نماز جنازہ ہے مگر منکرین کو خدا سمجھے، نہ جانے وہ اہل اسلام کو اس سے روک کر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں

دراصل ان کا یہ عمل انہیں فرقہ ضالہ معتزلہ سے وراثت میں ملا ہے، اولاً ملاں زاہدی معتزلی نے اپنی کتاب قنیہ میں دعا بعد نماز جنازہ کو ممنوع کہا، جب کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے رد المختار میں جابجا اس کی خوب خبر لی ہے اور اس کا معتزلی ہونا دلائل سے ثابت کیا ہے، اور حال یہ ہے کہ منکرین اسی کتاب سے استدلال کر کے اہل اسلام کو دعا بعد نماز جنازہ سے روکنے کی کوشش میں ہیں، اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ معتزلہ اگرچہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے مگر ان کی معنوی ذریت منکرین کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔

فاضل عزیز مولانا محمد طیب صاحب (جو مصنف تحفہ جعفریہ مولانا محمد علی شیخ الحدیث وناظم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے صاحبزادے ہیں) نے اس موضوع پر بڑا وقیع مواد جمع کیا ہے اور نصوص قرآن وحدیث کے بکھرے موتی یکجا کر کے اپنے مسلک اور دین متین کی بڑی خدمت کی ہے اللہ ان کی ہر سعی قبول کرے اور عوام میں مقبول فرمائے۔

محمد فیض احمد اویسی ۹ مئی ۱۹۸۵ء/۱۸ شعبان ۱۴۰۵ھ

تقریظ ۱

بحر العلوم شیخ القرآن والحدیث شارح بخاری علامہ غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہٖ وصحبہ اجمعین۔

میں نے رسالہ عجالہ نافعۃ الجواز الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ کو بعض مقامات سے دیکھا فاضل مصنف نے بڑی محنت سے نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو ترتیب سے جمع کیا، اور منکرین کی کتب سے ثابت کیا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مستحب ہے، ساتھ ہی اس مسئلہ پر منکرین کے اعتراضات کا صحیح حل پیش کیا یقیناً فاضل مصنف نے منکرین دعا کی تردید میں عجیب اسلوب اختیار کیا ہے، یہ رسالہ تشنگانِ علم کے لیے روا ہے جس کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری جانب التفات کی ضرورت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ ان کی محنتِ شاقہ قبول فرمائے اور خواص و عوام کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔ (آمین)

غلام رسول رضوی

۲۰ رجب ۱۴۰۵ھ ۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء

تقریظ

مجاہد ملت خطیب اہل السنت قاطع نجدیت حضرت علامہ الٰہی بخش صاحب خطیب اعظم لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آج سے تقریباً دو ماہ پیشتر ہماری جامع محمدیہ ۔ (المعروف مینار فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں چند مفسدین نے دو ورقی کتابچہ بعنوان ڈھول کا پول لاکر اودھم مچا دیا ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ۔ ناجائز بلکہ بدعت ہے ۔ اور جو ثابت کرے اسے نقد انعام دیا جائے گا ۔ میرے چند احباب نے وہ پمفلٹ مجھے لاکر دیا ۔ اور میں نے تہیہ کیا کہ اس کا جواب میں خود دوں گا اس سلسلہ میں مختلف علمائے کرام سے رابطہ پیدا کیا گیا ۔ مناظر اسلام ۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولٰینا الحاج حافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج نے فرمایا کہ اس "ڈھول کے پول" کا تو قبل ازیں واضح دلائل کے ساتھ مکمل صفایا کر دیا گیا ہے ۔ آپ کے فرزند جلیل عالم نبیل ۔ مناظر ابن مناظر ۔ حضرت علامہ مولٰینا حافظ قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے تقریباً دو سو صفحات میں پھیلے ہوئے وسیع مضمون میں آیات بینات ۔ احادیث مبارکہ ۔ اقوال محدثین و مفسرین اور فقہائے اسلام کے دلائل قاہرہ کے ساتھ منکرین دعا کی اس شان سے خبر لی ہے کہ اب قیامت تک انہیں انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولٰینا حافظ محمد طیب صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے زور قلم میں اور زیادہ قوت اور طاقت عطا فرمائے اور ہم اہل سنت و جماعت کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

راقم الحروف

بندۂ عاصیم الٰہی بخش قادری رضوی

۲۵-۶-۸۷

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محقق اہلسنت، رہبر شریعت قاطع بدعت، فاتح شیعیت، استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ الحاج الحافظ محمد علی صاحب نقشبندی مدظلہ العالی شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ لاہور نے شانِ صحابہؓ اور ردِ شیعہ میں بنام تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ اور فقہ جعفریہ کتابیں لکھ کر (جو کہ تقریباً پندرہ جلدوں میں ہیں) دنیائے شیعیت میں تہلکہ مچا دیا ہے اور آج تک کوئی شیعہ عالم یا مجتہد جواب لکھنے کی جرأت نہیں کر سکا ۔ اس تحقیقی شاہکار سے نہ صرف اپنوں نے فائدہ اٹھایا بلکہ غیر بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ۔ ثبوت کے لیے دوسرے مسالک کے تبصرے وغیرہ ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں ۔

اسی نامور باپ کے سعادت آثار فرزند ارجمند حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب صاحب نے دعا بعد از جنازہ کے جواز پر قلم اٹھایا ہے اور تحقیقِ مسائل کا حق ادا کر دیا ہے ۔ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے عظیم باپ کے تبحر علمی کا عکس ہونہار بیٹے میں جھلکتا نظر آئے گا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اس موضوع پر اتنی مفصل اور مدلل تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی ۔

برادرِ محترم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے یہ مقام کم عمری ہی میں حاصل کر لیا ہے جو کہ بڑے بڑوں کو بھی کم ہی نصیب ہوتا ہے اور یہ سب اثر ہے والد محترم مناظر اہلسنت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی کا :

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

قبلہ قاری محمد طیب صاحب ۱۹۵۹ء مورخہ بروز بدھ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں کے ایک غیر معروف گاؤں حاجی محمد میں پیدا ہوئے۔ اور بچپن عظیم علمی مرکز جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ لاہور میں گزارا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن حکیم کے حفظ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد درس نظامی کا آغاز اپنے جامعہ ہی میں کیا۔ درس نظامی کا اکثر حصہ والد محترم بحر العلوم استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ الحاج محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھا۔ درس نظامی میں آپ کے دیگر اساتذہ اکرام مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت مولانا محمد شرف الدین صاحب خطیب اعظم شام نگر لاہور و مدرس شعبہ درس نظامی جامعہ ہذا۔ حضرت مولانا احمد حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ حسینیہ صدیقیہ نارووال۔ اور حضرت مولانا محمد انوار الاسلام صاحب مالک مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور۔

۱۹۷۷ء میں دورۂ حدیث شریف جامعہ رضویہ فیصل آباد میں علامۃ الدھر جامع معقول و منقول حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی شارح بخاری مدظلہ العالی سے کیا۔

بعد ازیں آپ نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ میں باقاعدہ طور پر تدریس کا آغاز کیا اور تقریباً آٹھ سال تک موقوف علیہ تک کی تمام کتب نہایت جانفشانی سے پڑھاتے رہے۔ اسی دوران میں فاضل عربی اور تنظیم المدارس کے امتحانات اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کئے۔ راقم کو فخر ہے کہ آغازِ درس نظامی سے لے کر فاضل عربی اور تنظیم المدارس کے امتحانات تک حضرت مولانا کے ساتھ رہا ہے اور بحمد اللہ استاذِ مکرم سیدی و مرشدی حضرت مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی کی نظر عنایت کے صدقہ میں یہ تمام امتحانات اچھی پوزیشن میں پاس کئے ہیں۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب چونکہ کمال علمی ذوق رکھتے ہیں۔ یہی ذوق آپ کو کشاں کشاں تجوید و قرأت کے میدان میں لے آیا اور آپ نے قرأت سبعہ عشرہ کی تکمیل فرمائی

بقیۃ السلف حجۃ الخلف سید القرآ شیخ المقرئین، حضرت قاری محبوب عالم صاحب گولڑہ شریف اور سند القرآ حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد برخوردار صاحب مہتمم جامعہ کریمیہ کریم پارک بلال گنج لاہور اس شعبہ میں آپ کے اساتذہ ہیں۔ اس وقت اپنے جامعہ میں شعبہ تجوید و قرأت سبعہ کے صدر مدرس ہیں۔ ان علمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ برادر محترم ایک منجھے ہوئے اور شیریں لسان خطیب بھی ہیں اور آج کل علاقہ چلو موڑ لاہور کی مرکزی جامع مسجد اہل سنت کے خطیب ہیں۔

اخی مولانا محمد طیب صاحب کی ایک اور خوبی جسے نظرانداز کرنا قرین انصاف نہیں ہوگا۔ یہ ہے کہ آپ قلم و قرطاس کو ترش اور بازاری زبان سے آلودہ نہیں ہوتے دیتے۔ فاضل مصنف نے کچھ فنی موضوعات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ ان کی غیر مطبوعہ تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ترجمۃ الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ۔ (چار جلد)

۲۔ شرح الشاطبیہ۔ علم قرأت کی مشہور زمانہ کتاب حرز الامانی المعروف بالشاطبیہ کی محققانہ اردو شرح ہے۔ اور علم قرأت میں بڑا تحقیقی کارنامہ ہے۔ مدرسین و طلباء کرام کے لیے بیش قیمت تحفہ ہے۔ (چار جلد)

۳۔ نماز حنفی۔ فقہ حنفی کے مطابق مسائلِ نماز اور قرآن و حدیث سے ان کے دلائل۔

۴۔ میلاد النبی از روئے قرآن و حدیث۔ میلاد النبی منانے اور اس کے جواز پر قرآن پاک، احادیث شریفہ اور محدثین و فقہائے کرام کے اقوال اور عقلی دلائل سے مزین تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی شاہکار کتاب۔

برادر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب خشک ملاں نہیں بلکہ میرے نزدیک اس شعر کی مصداق ہیں۔ ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

بڑے ملنسار، مہمان نواز، خلیق اور باوقار دوست ہیں۔ آپ نے مسلکِ حقہ اہلِ سنت کی بے لوث خدمت کا جو کام شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم بطفیل محبوب کریم رؤف رحیم آپ کو کامیاب وکامران فرمائے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

آمین۔ بحرمت سید الانبیاء والمرسلین۔

راقم الحروف

(مولانا) حافظ محمد صابر علی صاحب

ولد حاجی محمد شفیع صاحب

گنج حسین آباد نارووال شہر

ضلع سیالکوٹ۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	باب اول	۲۰
۲	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر دلائل۔	۲۰
۳	فصل اوّل	
۴	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر قرآنی آیات۔	۲۰
۵	آیت ع۱	۲۰
۶	اصول فقہ اور ایک لطیفہ۔	۲۱
۷	آیت ع۲	۲۲
۸	آیت ع۳	۲۳
۹	آیت ع۴	۲۴
	آیت نمبر۵: آیت نمبر۶	۲۷
	آیت نمبر۷: آیت نمبر۷	۲۸
۱۰	فصل دوم	۲۹
۱۱	دُعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر احادیث نبویہ۔	۳۱
۱۲	حدیث ع۱ اپنے رب سے بار بار مانگو۔	۳۱
		۳۱
۱۳	حدیث ع۲ اپنے مولیٰ کی رحمت ہر گھڑی مانگو۔	۳۲
۱۴	حدیث ع۳ بار بار دعا کرنا باعث برکت ہے۔	۳۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۵	حدیث ع۴ جب بھی میت کے پاس آؤ دُعا کرو۔	۳۳
۱۶	حدیث ع۵ جب کسی بھی نماز سے فارغ ہو تو دعا کرو۔	۳۴
۱۷	حدیث ع۶ ہر نماز کے بعد دعا باعث مغفرت گناہاں۔	۳۵
۱۸	حدیث ع۷ نبی علیہ السلام کا معمول۔	۳۵
۱۹	حدیث ع۸ ہر فرض نماز کے بعد دُعا مستجاب۔	۳۷
۲۰	حدیث ع۹ نبی علیہ السلام نے شہداء جنگ موتہ کی نماز جنازہ کے بعد کی اور دعا کا حکم دیا اس حدیث پر کیے گئے اعتراضات جوابات۔	۳۸
۲۱	عطف تفسیری کا ناجائز پراپیگنڈہ۔	۴۱
۲۲	تردید دعویٰ اوّل	۴۲
۲۳	تردید دعویٰ دوم	۴۴
۲۴	تیسرا اعتراض	۴۵
۲۵	حدیث ع۱۰ نبی کریم علیہ السلام نے نماز جنازہ کے بعد لوگوں کو دُعا سکھلائی۔	۴۸
۲۶	ایک شبہ کا ازالہ۔	۵۰
۲۷	حدیث ع۱۱ نماز جنازہ کے بعد دعا و استغفار کرنا نبی علیہ السلام کا معمول تھا۔	۵۱
۲۸	حدیث ع۱۲ صحابی رسول نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی۔	۵۲
۲۹	حدیث ع۱۳ امیر حمزہ رضؓ کی ستر بار نماز جنازہ کا کیا مفہوم ہے؟	۵۵
۳۰	حدیث ع۱۴ فرمان نبی، نماز جنازہ کے بعد دعا مانگا کرو۔	۵۹
۳۱	دیوبندیوں نے دھوکہ دہی سے حدیث کو ضعیف بتلانے کی کوشش کی۔	۶۳
۳۲	حدیث ع۱۴ کی صحت از روئے دلائل۔	۶۴
۳۳	منکرین دعا بعد نماز جنازہ کی قرآن و حدیث کے خلاف گپیں۔	۶۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۴	دو غلط دعوے اور ان کی تردید۔	۶۵
۳۵	حدیث مذکور سے بریلوی استدلال کی نہایت مضبوط تائید۔	۷۶
۳۶	حدیث ع۱۵ حضرت علی نے نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگی۔	۷۷
۳۷	دیوبندیوں کا ایک بھونڈا اور لنگ عذر۔	۸۰
۳۸	اور اس کی تردید کتب فقہ اور مولانا اشرف علی کے حوالہ سے حدیث کی شرح کے متعلق منکرین کو کھلا چیلنج۔	۸۴
۳۹	حدیث ع۱۶ حضرت عبداللہ بن عمر نماز جنازہ کے بعد اکثر دُعا مانگا کرتے تھے۔	۸۵
۴۰	حدیث ع۱۷ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد دعا مانگی۔	۸۶
۴۱	حدیث ع۱۸ نماز جنازہ کے بعد نبی علیہ السلام نے عمر فاروق کو دُعا کا حکم دیا۔	۸۷
۴۲	حدیث ع۱۹ عمر فاروق کے جنازہ سے رہ جانے پر عبداللہ بن سلام نے کہا کہ لوگو مجھے دعا ہی میں شامل کر لو۔	۹۰
۴۳	حدیث کے متعلق دیوبندیوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔	۹۳
۴۴	لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ایک دیوبندی کی غلط حرکت۔	۹۹
۴۵	حدیث ع۲۰ نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے والے کو شاباشں دی۔	۱۰۳
۴۶	حدیث ع۲۱ نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی۔	۱۰۴
۴۶	فصل سوم	۱۰۶

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۰۶	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر چند عقلی دلائل اور چند احادیث سے استنباط۔	۴۷
۱۰۶	دلیل ۱ مرنے کے بعد تین حالتیں۔	۴۸
۱۰۶	دلیل ۲ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے والوں کی محرومی۔	۴۹
۱۰۷	دلیل ۳ بارگاہ خدا میں اٹھے ہوئے ہاتھوں کی قدر۔	۵۰
۱۰۷	دلیل ۴ نماز جنازہ کے بعد نبی علیہ السلام کی حضرت علی کے لیے دعا۔	۵۱
۱۱۰	دلیل ۵ صحابہ نے نماز جنازہ کے بعد دعائیہ کلمے دھرائے۔	۵۲
۱۱۳	**فصل چہارم**	۵۳
۱۱۳	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر فقہاء کے اقوال۔	۵۴
۱۱۳	دلیل اول۔ نماز جنازہ کے بعد تعزیت کے حوالہ جات مشاہدہ و حقیقت۔	۵۵
۱۱۷	دلیل دوم۔ علامہ عینی کا فتویٰ۔	۵۶
۱۱۸	دلیل سوم۔ علامہ فضلی کا دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر فتوے لا بأس بہ کا مفہوم۔	۵۷
۱۲۰	دلیل چہارم۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر فقہاء کا متوارث فتویٰ۔	۵۸
۱۲۰	دلیل پنجم۔ دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر شیخ الاسلام علامہ نور الحق کا فتویٰ۔	۵۹
۱۲۲	**فصل پنجم**	۶۰
۱۲۲	دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر علماء دیوبند کے تصریحی و تلمیحی اقوال۔	۶۱
۱۲۳	نماز عید کے بعد دعا کے جواز پر مفتی دیوبند کا استدلال۔	۶۲
۱۲۵	دیوبندی علماء انصاف کریں۔	۶۳
۱۲۷	منکرین دعا بعد جنازہ کو چیلنج۔	۶۴
۱۲۸	مفتی دار العلوم دیوبند کے نزدیک دعا بعد جنازہ مستحب ہے۔	۶۵

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۳۴	**باب ثانی**	۶۶
۱۳۴	دعا بعد نماز جنازہ پر منکرین کے اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات	۶۷
۱۳۴	اعتراض ۱، یہ دعا بدعت ہے۔	۶۸
۱۳۴	جواب، بدعت نہیں سنت ہے۔	۶۹
۱۳۵	اعتراض ۲، اس دعا کی ضرورت نہیں ہے۔	۷۰
۱۳۵	جواب، نماز پنجگانہ کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے؟	۷۱
۱۳۷	اعتراض ۳، جنازہ کے معاملہ میں جلدی کرنا چاہیئے۔	۷۲
۱۳۸	جواب، نیک مقاصد کے لیے تاخیر کرنا برا نہیں سنت ہے۔	۷۳
۱۳۹	نیک مقاصد کے لیے تاخیر جنازہ کی شرعی مثالیں۔	۷۴
۱۴۴	اعتراض ۴، مرقات اور شرح وقایہ کی عبارت	۷۵
۱۴۴	جواب، عبارات کا حقیقی مفہوم۔	۷۶
۱۴۶	مذکورہ عبارات کے فقہی نظائر۔	۷۷
۱۵۱	اعتراض ۵، خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت۔	۷۸
۱۵۲	جواب، فقہاء کی عبارت کا درست مفہوم۔	۷۹
۱۵۴	قیام بمعنی توقف و درنگ کی قرآنی و لغوی مثالیں۔	۸۰
۱۵۷	اعتراض ۶ قنیہ کی عبارت۔	۸۱
۱۵۷	جواب، قنیہ قابل استدلال و افتاء کتاب نہیں۔	۸۲
۱۵۹	قنیہ کے غیر معتبر کتاب ہونے پر فقہاء کی تصریح	۸۳
۱۶۱	قنیہ کا مصنف ایک معتزلی مولوی ہے	۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۵	معتزلہ کی وراثت منکرین نے پالی زہے نصیب۔	۱۶۲
۸۶	اعتراض ۷، درمختار کی عبارت۔	۱۶۳
۸۷	جواب ۱، خالص دھوکہ دھی کا انکشاف۔	۱۶۴
	جواب ۲	۱۶۵
۸۸	**ایک تحقیقی بحث،**	۱۶۷
۸۹	کیا نماز جنازہ دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہے؟	۱۶۷
۹۰	نماز جنازہ کی شرائط اور نصف ارکان نماز والے ہیں لہذا نماز ہے۔	۱۶۹
۹۱	نماز جنازہ کے نماز ہونے پر علامہ عبدالحی دیوبندی کی تصریح۔	۱۷۱
۹۲	نماز جنازہ کے مفسدات بھی دیگر نمازوں والے ہیں۔	۱۷۲
۹۳	نماز جنازہ کا اول و آخر اور ظاہری صورت بھی نماز والی ہے۔	۱۷۳
۹۴	نماز جنازہ میں دعا کا رکن نہ ہونا ہی صحیح ہے۔	۱۷۴
۹۵	نماز جنازہ کو آج تک کسی محدث یا فقیہ نے دعاؤں کے باب میں ذکر نہیں کیا۔	۱۷۵
۹۶	اس بارہ میں چند اعتراضات کے جوابات۔	
۹۷	اس بحث کا خلاصہ اور لبِ لباب۔	۱۷۹
۹۸	**ایک تحقیقی مقالہ**	۱۷۹
۹۹	قرآن وحدیث اور اصول فقہ کی روشنی میں بریلوی اور دیوبندی استدلال کا موازنہ۔	۱۸۰
۱۰۰	قاعدہ اولیٰ۔	۱۸۰
		۱۸۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۰۱	اقوال فقہاء کو قرآن وحدیث کے مقابل کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔	۱۸۰
۱۰۲	بریلوی استدلال اور موقف۔	۱۸۲
۱۰۳	دیوبندی موقف و استدلال۔	۱۸۴
۱۰۴	فیصلہ۔	۱۸۶
۱۰۵	ڈنکے کی چوٹ۔	۱۸۷
۱۰۶	قاعدہ ثانیہ	۱۸۷
۱۰۷	بریلوی موقف۔	۱۸۸
۱۰۸	دیوبندی موقف۔	۱۸۹
۱۰۹	**دیوبندی مکتب فکر کے لیے ایک نئی دعوت فکر،**	۱۸۹
۱۱۰	فقہاء احناف کی تصریحات سے دیوبندی علماء کی مخالفت کی مثالیں۔	۱۹۰
۱۱۱	پہلی مثال، فقہائے کے نزدیک جماعتِ نساء مکروہ دیوبندیوں کے نزدیک سُنّت،	۱۹۰
۱۱۲	دوسری مثال، حدیث دفعہ من البقیع کو حرام اور دیوبندیوں کے نزدیک کھانا ثواب	۱۹۲
۱۱۳	تیسری مثال، اور صاحبین کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہیں ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک ہے	۱۹۴
۱۱۴	حدیث ان تبکیہ تمونی کے رواۃ علم اسماء الرجال کے آئینہ میں	۱۹۶
۱۱۵	اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد۔	۱۹۷
۱۱۶	اس حدیث پر کئے گئے بعض نئے اعتراضات	۱۹۹
۱۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر میت کے لیے دعا فرمائی۔	۲۰۵

☆

باب اوّل

دُعا بعد جنازہ کے جواز پر دلائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۝

اما بعد نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو بعض لوگ حرام اور ناجائز کہتے ہیں۔ اور بندوں کو خدا سے مانگنے سے روکتے اور میت کے لیے استغفار سے منع کرتے ہیں تاکہ مرنے والا کہیں بخشا نہ جائے حقیقت یہ ہے نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ قرآن و حدیث اور علماء و فقہائے امت کے اقوال سے نہایت اختصار کے ساتھ دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر چند دلائل سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

فصل اوّل

دُعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر قرآنی آیات

آیت نمبر ۱: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ: جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔

اس آیۂ کریمہ میں یہ تخصیص نہیں کہ فلاں وقت مجھے پکارا جائے تو جواب دیتا ہوں اور فلاں وقت نہیں بلکہ اس کی بجائے بالنص تعمیم ہے۔ اور کلمہ اذا دعان ہر وقت کو شامل ہے قبل صلوٰۃ جنازہ یا بعد صلوٰۃ جنازہ کوئی وقت اس تعمیم سے خارج نہیں۔ اس لیے دعا بعد نماز جنازہ کے منکرین اس آیۂ کی صریح مخالفت کرتے ہوئے قرآن کریم کی آیت کا مفہوم محض سینہ زوری اور ہٹ دھرمی سے بدل دینے کی ناجائز سعی میں مصروف ہیں۔ یہ قرآن کی تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک اعتراض کا جواب: اہل سنت کی طرف سے جب مذکورہ آیت اور اسی مفہوم کی دیگر آیات پیش کی جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں دعا بعد نماز جنازہ کا ذکر کہاں ہے تو اس کے جواب میں اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ جب خدا نے یہ فرمایا کہ جب اور جس وقت مجھے پکارو میں سنتا ہوں اس لیے اب خواہ جنازہ سے پہلے دعا کریں خواہ بعد میں یا اور کسی بھی وقت دعا کی جائے ہر طرح سے انہی آیات پر عمل ہوگا مگر منکرین ایسے ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئے ہیں کہ پھر بھی ایک ہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ نہیں جی! بعد نماز جنازہ کا یہاں کوئی لفظ نہیں۔

اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہٖ یعنی قرآن و حدیث کا مطلق اور عام حکم ہمیشہ اپنے عموم پر رہتا ہے اسے اپنی طرف سے خاص کرنا جائز نہیں ہوتا جیسا کہ قرآنی آیات بالنص پکار رہی ہیں کہ دعا کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں جب چاہو مانگو اب اس مطلق حکم کو خاص کرنا اور جنازہ کے بعد دعا کا انکار کرنا اصول فقہ سے لاعلمی اور مخالفت قرآن کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

لطیفہ: ایک شخص کو کہا گیا کہ نماز پڑھا کرو اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے نماز کا حکم کب دیا ہے؟ کہا گیا قرآن میں ہے اقیموا الصلاۃ نماز قائم کرو۔ کہنے لگا یہاں میرا نام

کب ہے؟ یہ تو عام حکم ہے کوئی ضروری تو نہیں کہ مجھے بھی اس میں شامل کیا جائے۔ کہا گیا بھلے آدمی جب اللہ نے سب مسلمانوں کو اقیموا الصلوٰۃ کہہ کر نماز کا حکم دیا ہے۔ تو پھر تو بھی اس کے تحت آگیا مگر وہ ضدی یہی کہتا رہا کہ نہیں میرا نام دکھاؤ قرآن میں کہ مجھے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ بالکل وہی حال ہے مخالفین کا جو دعا کے لیے ہر وقت اجازت دینے والی آیات کو سن کر بھی کہتے ہیں کہ یہاں بعد نماز جنازہ کا لفظ نہیں ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است،

اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے والوں کو یہی لوگ جاہل کا خطاب دیتے ہیں۔ الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون۔

آیت نمبر ٢ | إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ۔

(سورۂ مومنون آیت ١٠٩، ١١٠)

ترجمہ:۔ میرے بندوں میں سے ایک گروہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم ان سے تمسخر کرتے تھے یہاں تک کہ میری یاد بھی بھلا بیٹھے اور تم ان سے ہنسی کرتے رہتے تھے۔

ناظرین! آپ اس آیۂ کریمہ کو پڑھیں اور پھر اس طرف بھی دیکھیں جب نماز جنازہ ختم ہوتی ہے تو اہل سنت ایک منٹ کے لیے نماز جنازہ والی صف بندی کی کیفیت کو توڑ کر مل جل کر میت کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم تیرے مومن بندے ہیں اس میت کے لیے بخشش فرما تو منکرین کا ٹولہ ایک طرف

ہٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور دعا مانگنے والوں کا تمسخر اڑانا شروع کر دیتا ہے۔ اور اسی ہنسی میں مشغول ہو کر دعا سے اور اپنے رب کی یاد سے روگردانی کر جاتے ہیں۔

آیت نمبر ٣ | فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

(سورہ الم نشرح)

ترجمہ:۔ پس جب تو فارغ ہو جائے تو خوب کوشش کر اور اپنے رب کی طرف رجوع لا۔

تفسیر کبیر | قَالَ قَتَادَةُ وَالضَّحَّاكُ وَمُقَاتِلٌ إِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَانْصَبْ إِلَىٰ رَبِّكَ فِي الدُّعَاءِ وَارْغَبْ إِلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ يُعْطِيكَ۔

تفسیر کبیر (امام رازی)

ترجمہ:۔ قتادہ ضحاک اور مقاتل نے کہا کہ جب تم نماز فرضی سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کے لیے مصروف ہو جاؤ اور اس کی طرف رجوع کر سوال کرنے میں وہ تمہیں عطا کرے گا۔

تفسیر مظہری | قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةُ وَالضَّحَّاكُ وَمُقَاتِلٌ وَالْكَلْبِيُّ إِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ أَوْ مُطْلَقِ الصَّلٰوةِ فَانْصَبْ إِلَىٰ رَبِّكَ فِي الدُّعَاءِ الخ

(تفسیر مظہری جلد ١٠ ص ٢٩٣ مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔ ابن عباس قتادہ ضحاک مقاتل اور کلبی رضی اللہ عنہم نے فرمایا یعنی جب تم فرضی یا کسی بھی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے رب کی طرف رجوع کرو۔ الخ

معلوم ہوا نماز فرضی ہو یا کسی طرح کی بھی نماز ہو اس سے فراغت کے بعد دعا کرنی چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ فرضی نماز بھی ہے اور مطلق نماز بھی۔ اس کے بعد بھی دعا کرنا حکم خداوندی کی بجا آوری ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

آیت نمبر ۴ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (سورہ حشر آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور ایمان والوں کے لیے ہمارے دل میں کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو ہی مہربان رحم کرنے والا ہے

تفاسیر میں ہے کہ یہ آیت قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔ یعنی بعد والے لوگ اپنے سے پہلے فوت ہو جانے والے لوگوں کے لیے ان الفاظ سے دعا کرتے ہیں۔ یہ آیت بھی کسی وقت کی تخصیص سے بالاتر ہے یعنی فوت ہو جانے والوں کے لیے دعا کرنی چاہیئے خواہ کسی وقت کی جائے مردہ قبر میں ہو یا سامنے پڑا ہو۔ نماز پڑھی جا چکی ہو یا نہ۔ اسے خاص کرنے والا اس کے مقابلہ میں حدیث متواترہ یا مشہورہ لائے! تب اسے مخصص کیا جا سکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

مزید تصدیق اس بات کی مزید تصدیق کے لیے کہ مذکورہ آیت قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ درج ذیل عبارات دیکھیں تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی خدشہ نہ رہے۔

تفسیر قرطبی (وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ) یعنی التابعین و من دخل فی الاسلام الی یوم القیامۃ۔

(قرطبی جلد ۱۸ ص ۳۱ سورہ حشر)

تفسیر مظہری (والذین جآءو من بعدھم) ای من بعد المھاجرین والانصار وھم الذین اسلموا بعد الفتح والمؤمنون بعد الفریقین الی یوم القیامۃ۔ (مظہری جلد ۹ ص ۲۴۵ ع)

تفسیر مدارک یعنی من بعد المھاجرین والانصار وھم التابعون لھم الی یوم القیامۃ۔

تفسیر خازن قال عمر رضی اللہ عنہ دخل فی ھذا الفیئ کل من ھو مولود الی یوم القیامۃ۔

(خازن و مدارک جلد ۴ ص ۳۲۶ سورہ حشر)

ترجمہ: (مختصراً اجتماعی طور پر) یعنی مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے تابعین اور قیامت تک آنے والے تمام اہل اسلام کی یہ صفت ہے کہ وہ فوت ہو جانے والے مسلمانوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امر میں ہر وہ شخص داخل ہے جو روز قیامت تک پیدا ہو گا۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے اہل اسلام کو ترغیب دلائی ہے کہ وہ فوت ہو جانے والے مسلمانوں کے لیے بخشش کی دعا کیا کریں۔ اور کوئی وقت اس کیلئے مقرر نہیں فرمایا گویا جب چاہو اموات کے لیے دعا کرو اللہ کو پسند آئے گی، تو جو شخص کہے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہیں کرنا چاہیئے وہ قرآن کریم سے کوئی آیت پیش کرے کہ فلاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا سے منع

Scanned with CamScanner

فرمایا ہے یا صحیح حدیث پیش کرے مگر ہمارا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان ہے کہ دنیا بھر کے غیر مقلدین اور دیوبندی علماء اپنے موقف کی تائید میں ایک بھی آیت یا حدیث تا قیامت پیش نہیں کر سکیں گے، جب نہیں کر سکتے تو مذکورہ بالا آیت پر عمل کرتے ہوئے نماز کے بعد مسلمانوں کو میت کی بخشش کے لیے دعا سے روکنا چھوڑ دیں۔

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ۔

آیت نمبر ۵

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوٰة والعشى يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحيوٰة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطًا۔

(سورۂ کہف آیت ۲۸ پارہ نمبر ۱۵ رکوع نمبر ۱۶)

ترجمہ :- اور تھام رکھئے خود کو ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ صبح و شام چاہتے ہیں اس کی رضا اور نہ پھر جائیں ان سے آپ کی آنکھیں۔ چاہیں آپ دنیاوی زندگی کی زینت اور اس کی بات نہ مانئیں جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اور اس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے۔

وضاحت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیئے جو صبح و شام یعنی ہر وقت اپنے رب سے دعا کرتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہے جو دعا پر کوئی پابندی نہیں لگاتے کہ فلاں وقت کرنی چاہیئے اور فلاں وقت نہیں جیسا کہ دعا بعد نماز جنازہ کے منکرین کا طرز عمل ہے۔ بلکہ ہر وقت اللہ سے مانگتے ہیں۔

آیت نمبر ۶

امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض ءاله مع الله قليلا ما تذكرون۔

Scanned with CamScanner

(سورۂ نمل آیت نمبر ۶۲ پارہ نمبر ۲۰ رکوع نمبر ۱)

ترجمہ:- بھلا کون قبول کرتا ہے پھنسے ہوئے کی دعا کو جب وہ اسے پکارتا ہے اور وہ کھول دیتا ہے تکلیف اور بناتا ہے تمہیں زمین کے نائب کیا کوئی خدا ہے اللہ کے ساتھ؟ بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔

آیت نمبر ۷

فادعوا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون۔

(سورۂ مومن آیت نمبر ۱۴ پارہ نمبر ۲۴ رکوع نمبر ۷)

ترجمہ:- تو تم اللہ سے دعا کرو اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار گزرے۔

آیت نمبر ۸

ھو الحی لا الہ الا ھو فادعوہ مخلصین لہ الدین ط الحمد للہ رب العلمین۔

(سورۂ مومن آیت نمبر ۶۵ پارہ نمبر ۲۴ رکوع نمبر ۱۲)

ترجمہ: وہ زندہ رہنے والا ہے نہیں کوئی خدا مگر وہی تو اس سے مانگو اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔

وضاحت

آیت نمبر ۶ سے نمبر ۸ تک میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دعا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا لہذا یہ آیات اور ان جیسی دیگر ان گنت آیاتِ قرآنیہ سے یہی ثابت

ہوتا ہے کہ دعا کرنے پر کوئی پابندی اللہ نے کہیں نہیں لگائی تو جو شخص نماز جنازہ کے بعد دعا سے منع کرتا ہے وہ ان تمام آیات کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن کا باغی بن رہا ہے۔

آیت نمبر ۹

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ط ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔

(سورۂ مومن آیت نمبر ۶۰ پارہ نمبر ۲۴ رکوع نمبر ۱۱)

ترجمہ:- اور فرمایا تمہارے رب نے کہ دعا کرو مجھ سے میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔

وضاحت

اس آیت نے تو ساری بحث کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ کیونکہ اس آیت کریمہ سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جب بھی اللہ سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ وعدہ فرما رہا ہے کہ تم دعا تو کرو میں قبول کروں گا لہذا منکرین سے سوال ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کی جانے والی دعا تمہارے نزدیک دعا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر دعا ہوتی کیا ہے اور اگر دعا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ادعونی استجب لکم صادق آتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر صادق آتا ہے تو پھر تمہیں اس دعا پر کیا اعتراض ہے جس کے قبول کرنے کا رب وعدہ فرما رہا ہے۔

(۲) اس آیت میں اللہ نے فرمایا ہے جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ لہذا آیت کا مفہوم یہ بن گیا کہ جو لوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں جہنم

Scanned with CamScanner

میں جائیں گے۔ اس لیے ہم دعا بعد جنازہ کے منکرین کو درس عبرت دے رہے ہیں کہ خدا کا خوف کرو اور خدائی وعید سے ڈر کر اپنے مؤقف سے باز آجاؤ۔

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

فصل دوم

دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر احادیث

اس فصل میں ہم پہلے وہ احادیث پیش کریں گے جن میں عموماً ہر وقت اور ہر نماز کے بعد دعا کی اجازت اور ترغیب دی گئی ہے جس میں نماز جنازہ بھی آجاتی ہے اور اس کے بعد وہ احادیث درج ہوں گی جن میں صراحت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کا ذکر ہے۔

اپنے رب سے بار بار مانگو

حدیث نمبر ۱ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا سَئَلَ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ فَلْيُكْثِرْ فَاِنَّمَا يَسْئَلُ رَبَّهٗ۔

ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی اوسطہ بسند صحیح۔

ترجمہ:۔ جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو کثرت کرے کیونکہ وہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔

کثرت کرنے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ بہت کچھ مانگے۔ دوسرا یہ کہ بار بار مانگے۔ چنانچہ نماز جنازہ کے اندر تو ہم نے ایک بار میت کے لیے استغفار کر لی اور بخشش کی دعا مانگ لی اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے کہ اپنے رب سے ہی مانگ رہے ہو بار بار مانگو۔ اور بار بار نماز جنازہ تو ہر صورت میں روا نہیں۔ لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنے

کے لیے نمازِ جنازہ کے بعد ایک بار پھر میت کے لیے بخشش کی دعا کر لی جاتی ہے۔

اپنے مولیٰ کی رحمت ہر گھڑی طلب کرو

حدیث نمبر ۲ حضرت انس و ابوہریرہ و محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہم سے مختلف کتب حدیث میں مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهٗ وَتَعَرَّضُوْا لِنَفَحَاتِ مِنْ رَحْمَتِهٖ يُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ ۔

(بیہقی فی شعب الایمان و ابونعیم فی حلیتہ والطبرانی فی کبیرہ)

ترجمہ: ہر گھڑی خیر مانگتے رہا کرو اور اللہ کی رحمت کی تجلیات کی تلاش میں رہو جو وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے دے دیتا ہے۔

دعوت فکر یہ کہنے والے کہ ایک بار نمازِ جنازہ میں میت کے لیے دعا کر لی ہے اب دوبارہ دعا کرنے کی کیا حاجت ہے، اس حدیث کو دیکھیں اور ذرا اپنا محاسبہ کریں کہیں غلط راہ پر تو نہیں چل نکلے؟

بار بار دعا کرنے والے کیلئے اللہ برکت فرماتا ہے

حدیث نمبر ۳ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ بَارَكَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ فِيْ حَاجَةٍ اَكْثَرَ الدُّعَاءَ فِيْهَا اَعْطَاهَا اَوْ مَنَعَهَا ۔

(۱) تاریخ البغداد (خطیب بغدادی) ص ۲۹۹ جلد نمبر ۳

(۲) شعب الایمان (بیہقی)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لیے اس حاجت میں برکت فرما دیتا ہے جس میں وہ کثرت سے دعا کرے۔ یا تو اس کا مدعیٰ اسے دے دیا جاتا ہے یا رد کر دیا جاتا ہے۔

فائدہ نمازِ جنازہ کے اندر ہم نے میت کے لیے بخشش و مغفرت کی ایک بار دعا کر دی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے فرمان کے مطابق ایک بار نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کر لیتے ہیں تاکہ ارشادِ رسول پر عمل ہو جائے اور دعا میں برکت ڈال دی جائے۔

میت کے پاس جس وقت بھی آؤ دعا کرو،

حدیث نمبر ۴ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

(ص ش والمروزی) حرف المیم ذکر الموت کنز العمال جلد ۱۵ ص ۵۶۱ طبع حلب علامہ علاء الدین ھندی۔

ترجمہ: اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس وقت بھی میت کے پاس پہنچو تو کہو۔ اے رب تو پاک عزت والا ہے اس سے جو وہ (کفار) کہتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہے اور اللہ رب العالمین کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔

تبصرہ اذا حضرتم المیت میں کسی کی موت سے لے کر اس کے دفن تک کے تمام احوال کے متعلق عمومی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم جس وقت جس حالت میں جس گھڑی بھی میت کے پاس آؤ تو مذکورہ آیۂ مبارکہ پڑھو خواہ غسل دیا جا چکا ہو یا خواہ

دینا ہو نماز پڑھنی ہو یا پڑھی جا چکی ہو۔ لہٰذا اس حدیث مبارک سے نماز جنازہ کے بعد تلاوت قرآن کا بھی صریح حکم ہمیں حاصل ہوا اللہ سب کو توفیق عمل دے۔

فرمان رسول جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرو

حدیث نمبر ۵ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنْ صَلٰوةٍ فَلْیَدْعُ۔

(بیہقی شریف)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فارغ ہو جائے تو دعا کرے۔

اس حدیث میں کسی نماز کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ "من صلوٰۃٍ" میں مِن استغراقیہ لا کر ہر قسم کی نماز کے بعد دعا کرنے کا عمومی حکم ارشاد فرمایا گیا علاوہ ازیں لفظ صلوٰۃٍ کی تنوین تنکیر حدیث کی عمومیت کو مزید واضح کر رہی ہے۔ اور جب نماز کے متعلق ایسے عمومی الفاظ سے حکم آئے تو دیوبندی مسلک کے ائمہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ حکم صرف فرض نمازوں کے لیے ہی بند ہو کر نہیں رہتا بلکہ تمام اقسام صلواۃ کو مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ ہم اس باب کی کسی فصل میں اس کا تفصیلی تذکرہ کریں گے اور ائمہ مسلک دیوبند کے حوالجات پیش کریں گے انشاء اللہ۔

جب یہ حکم ہر قسم کی نماز کے لیے ٹھہرا تو ثابت ہوا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا تعمیل و تکمیل ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر طرح کی نماز کے بعد دعا مانگنے والے کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں

حدیث نمبر ۶ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مَنْ قَالَ بَعْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كَفَّرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ۔

(عب)

(کنز العمال جلد نمبر ۲ صـ ۶۴۲ حرف الالف ذکر ادعیۃ بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے ہر نماز کے بعد تین بار یہ کہا میں بخشش مانگتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ اور قائم ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اگرچہ وہ جنگ سے بھاگا ہو۔

اس حدیث کا لفظ بعد کل صلوٰۃ قابل توجہ ہے۔ گویا اس حدیث میں ہر طرح کی نماز شامل ہو گئی اور ہر ایک نماز کے بعد جو شخص مذکورہ دعا کرتا رہے اس کے گناہ معاف ہیں علاوہ ازیں ایسی احادیث کو صرف فرض نمازوں سے خاص کرنے والوں کے قول کو بعد کل صلوٰۃ کے لفظ نے مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ بھی اس میں شامل ہوئی اور اس کے بعد بھی عمل بالحدیث ثابت ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

نبی علیہ السلام کوئی بھی نماز ایسی نہ چھوڑتے جس کے بعد دعا نہ مانگتے تھے

حدیث نمبر ۷ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور ایک قصہ بیان کیا میں نے وہ قصہ بارگاہِ

رسالت میں عرض کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز نبی علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔
يَا عَائِشَةُ تَعَوَّذِي بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّهُ لَوْ نَجَا مِنْهُ أَحَدٌ لَنَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَلٰكِنَّهُ لَمْ يُزَدْ عَلٰى ضَمَّةٍ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَوْ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا قَالَ فِيْ دُبُرِ صَلَاتِهِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ أَعِذْنِيْ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ (ن غیرہ)

(کنز العمال جلد نمبر ۱۵ ص ۷۴۴ حرف المیم ذکر الموت طبع حلب جدید)

ترجمہ:۔ اے عائشہ اللہ سے عذاب قبر کی پناہ مانگو کیونکہ اگر اس سے کوئی نجات ممکن ہوتی تو سعد بن معاذ کو ہوتی لیکن انہیں صرف ایک بھینچ دی گئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ اس دن کے بعد (یعنی جس دن آپ نے مجھے عذاب قبر سے استعاذہ کا حکم فرمایا) میں نے نہ دیکھا نبی علیہ السلام کو کوئی بھی نماز پڑھتے مگر یہ کہ اُس کے بعد کہتے اے اللہ جبریل و میکائیل و اسرافیل کے رب مجھے دوزخ کی گرمی اور قبر کے عذاب سے بچا۔

غور کیجیے اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا جواز اور اس کی سنیت دو طرح سے ثابت ہو رہی ہے۔

(۱) ما رأیت رسول اللہ صلی صلاۃً سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی علیہ السلام کوئی قسم بھی نماز کی ایسی نہ چھوڑتے تھے جس کے بعد مذکورہ دعا نہ مانگتے تھے۔ اس میں نماز جنازہ بھی داخل ہے لہٰذا نبی علیہ السلام ہر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے تھے اور یہی سنت ہے۔

(۲) چونکہ دعا کے ذکر سے پہلے اس حدیث مبارکہ میں عذاب قبر کا ذکر ہے پھر یہ دعا

بھی عذاب قبر سے استعاذہ سے متعلق ہے اور دیگر نمازوں کی نسبت نماز جنازہ کے وقت عذاب قبر کا حضور دل و دماغ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے قرین قیاس بھی ہے کہ اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم خصوصاً اور دیگر نمازوں کے لیے عموماً ہے، سوچیے غور کیجیے اور راہ ہدایت پائیے۔ اللہ سب کو سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نماز جنازہ کے بعد دعا کی توفیق عطا فرمائے۔

ہر فرض نماز کے بعد دُعا مستجاب ہے

حدیث نمبر ۸ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ فَرِيْضَةٍ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ وَّمَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ۔

(طبرانی کبیر۔ جامع صغیر جلد ۲ ص ۱۹۴ حدیث ۸۸۱۸ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ جس نے فرض والی نماز پڑھی اس کی دُعا مقبول ہے اور جس نے قرآن مجید ختم کیا اُس کی دعا مقبول ہے۔

یعنی ہر وہ نماز جس کا ادا کرنا فرض ہو (جیسا کہ فریضہ کی طرف لفظ صلوٰۃ کی اضافت سے معلوم ہو رہا ہے) اس کے بعد کی گئی دعا شرف قبولیت پاتی ہے۔ اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے مگر کفایۃً۔ چنانچہ الدر المختار ج ۲ ص ۲۰۷ میں ہے میت پر نماز پڑھنا اجماعِ امت سے فرض کفایہ ہے اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ ہدایہ میں ہے فَإِذَا فَرَغُوْا مِنْهُ صَلُّوْا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا فَرِيْضَةٌ یعنی جب تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو اس پر نماز پڑھو کیونکہ وہ صلوٰۃ فریضہ ہے۔ یونہی جملہ کتب فقہ مذاہبِ اربعہ نے نماز جنازہ کو صلوٰۃ فریضہ قرار دیا ہے اور نبی علیہ الصلاۃ

والسلام صلوٰۃ فریضہ کے بعد دُعا کو مقبول فرما رہے ہیں۔ اب ان منکرین کی مانیں یا رسول خدا کی؟

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے جنگ مُوتہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد دُعا کی

حدیث نمبر ۹ عَلٰی مَا فِیْ مَغَازِی الْوَاقِدِیِّ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَا لَمَّا الْتَقَی النَّاسُ بِمُؤْتَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَکُشِفَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الشَّامِ فَھُوَ یَنْظُرُ اِلٰی مَعْرَکَتِھِمْ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضٰی حَتّٰی اسْتُشْھِدَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَدَعَا لَہٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَہٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَھُوَ یَسْعٰی ثُمَّ اَخَذَ الرَّایَةَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَمَضٰی حَتّٰی اسْتُشْھِدَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَہٗ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَہٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَھُوَ یَطِیْرُ فِیْھَا بِجَنَاحَیْنِ حَیْثُ یَشَآءُ۔

(۱) فتح القدیر (ابن ہمام) جلد ۱ ص ۴۵۶ فصل فی الصلوۃ علی المیت (طبع مصر)

(۲) البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) جلد ۴ ص ۲۴۷ (طبع بیروت)
(۳) المواھب اللدنیہ جلد ۲ ص ۳۸۳ زرقانی جلد ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ بیروت)
(۴) طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۶ / ج ۴ ص ۳۸ مطبوعہ بیروت
(۵) غنیۃ المتلی شرح منیۃ المصلی ص ۵۸۴ طبع لاہور۔

ترجمہ:۔ (بحذفِ اسناد) امام واقدی نے اپنے مغازی میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب مقامِ موتہ میں صحابہ اور کفار کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام (مسجد نبوی میں) منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اس وقت آپ کے سامنے سے ملک شام تک تمام حجابات اٹھا دیے گئے اور آپ جنگ موتہ کا میدانِ کارزار خود مشاہدہ فرما رہے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑ لیا اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اور پھر ان کے لیے دعا کی اور فرمایا ان کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں دوڑ رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اب جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑ لیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے چنانچہ آپ نے ان کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دُعا کی اور فرمایا کہ ان کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے ہیں وہاں اپنے دو پروں سے جہاں چاہتے ہیں اڑ رہے ہیں۔

یاد رہے مواھب اللدنیہ میں ہے کہ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے فراغت پر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی اور استغفار کا حکم دیا۔

اس حدیث سے بڑی صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے شہدائے جنگ موتہ کی نمازِ جنازہ علیحدہ پڑھی اور ہر بار نماز کے بعد دعا مانگی۔ اب چاہیئے کہ "دعا بعد جنازہ" کے منکرین راہِ راست پر آجائیں مگر وہ اعتراضات کرنے شروع کر دیتے ہیں، اس حدیث پر ان کے جو اعتراضات ہیں مختصراً مع جوابات لکھے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ حدیث پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسے نقل کرنے کے بعد اس حدیث کو مرسل کہا ہے لہٰذا یہ قابل قبول نہیں۔

جواب حدیث مرسل امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک حدیث صحیح مقبول ہے۔

(تقریب النوادی ص ۱۹۸ طبع مصر)

علامہ ابن جریر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تمام تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث مرسل قابلِ قبول ہے اور تابعین میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی ۲۰۰ھ کے آخر تک آئمہ اربعہ میں سے کسی نے انکار کیا سب سے پہلے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے انکار کیا۔

(تدریب الراوی شرح تقریب النوادی ص ۱۹۸ علامہ سیوطی)

یاد رہے کہ مذکورہ حدیث کو امام واقدی نے دو طریق سے روایت کیا ہے۔

(۱) عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑے تابعین میں سے ہیں دیکھیے تقریب التہذیب ص ۳۸۵ ج ۱ طبع بیروت۔

(۲) عبداللہ بن ابی بکر سے اور انہوں نے بھی شرف تابعیت پایا ہے۔ اور ثقہ راوی ہیں (تقریب التہذیب ص ۴۰۵)

لہٰذا یہ حدیث قابل قبول اور صحیح ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

عطف تفسیری کا ناجائز پراپیگنڈہ

دوسرا اعتراض اس حدیث فصلّٰی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعا لہٗ میں صلّٰی اور دعا کا مطلب الگ الگ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ آپ نے ان پر صورتاً نماز پڑھی جو حقیقتاً دعا للمیّت تھی۔ اور جب اس روایت میں عطف تفسیری کا احتمال بھی ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے بموجب ان کا استدلال اور کمزور ہو جاتا ہے ...... مطلب یہ نکلا کہ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی یعنی اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی، اور اگر یہ لوگ وقال استغفروا لہٗ سے دعا بعد نماز جنازہ کو ثابت کرتے ہیں تو اس حکم میں بھی واو عاطفہ موجود ہے اس میں بھی ترتیب کا نہیں لحاظ رکھنا چاہیے، کیونکہ بہت ممکن ہے بلکہ اقرب الی الحق یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ سے پہلے دوسروں لوگوں کو نماز میں شامل ہونے کے لیے فرمایا ہو۔

(رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ص ۱۰۴ مولفہ عزیز علی شاہ نائب بخاری دیوبندی)

اعتراض کی وضاحت یہ اعتراض ایسا گول مول ہے کہ خود معترض اپنا اعتراض صحیح طور پر بیان نہیں کر پایا۔ البتہ اعتراض کی مذکورہ عبارت سے جو کچھ ہم سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ اعتراض کے دو دعوے ہیں۔ پہلا دعویٰ حدیث کے الفاظ فصلّٰی علیہ ودعا لہٗ میں حرف عطف "واؤ" عطف تفسیری کے لیے ہے یعنی لفظ صلّٰی کی تفسیر لفظ دعا لہٗ سے کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ آپ نے جو شہداء موتہ پر نماز جنازہ پڑھی وہی وہ دعا تھی جو آپ نے شہداء کے لیے مانگی۔ لہٰذا حدیث کا یہ مفہوم نہیں کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر دعا کی جیسا کہ بریلویوں نے

سمجھا ہے۔

دوسرا دعویٰ۔ حدیث کے الفاظ (و قال استغفروا لہ) کا یہ مطلب نہیں کہ نبی علیہ السلام نے شہداء جنگ موتہ کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ شہداء کے لیے استغفار کرو بلکہ یہ مطلب ہے کہ نماز جنازہ بذات خود استغفار و دعا ہے۔ چنانچہ آپ نے استغفروا کے امر سے لوگوں کو نماز جنازہ کی طرف دعوت دی نہ کہ نماز کے بعد دعا و استغفار کی جیسا کہ بریلویوں نے سمجھا ہے۔

ناظرین آپ نے معترض کا اعتراض سمجھ لیا اور اس کے دعوے جان لیے اب اس کی دندان شکن تردید سنیے اور معترض کی کمزوری ملاحظہ کیجیے۔

تردید دعویٰ اول نبی علیہ السلام پر شہداء کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا الزام

قاعدہ | اس دعوے سے لازم آیا کہ نبی علیہ اسلام نے شہداء موتہ کی سرے سے نماز ہی نہ پڑھی تھی (معاذاللہ) جسے آپ ان قواعد سے سمجھیں علم منطق و اصول فقہ کا ابتدائی طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ لفظ صلوٰۃ کے دو معنیٰ ہیں لغوی[1] اور شرعی[2]، لغوی معنیٰ دُعا ہے اور شرعی معنیٰ نماز، اور یہ لفظ اپنے لغوی معنیٰ سے شرعی معنیٰ کی طرف منقول ہے۔

قاعدہ | یہ ناممکن ہے کہ لفظ اپنے لغوی معنیٰ منقول عنہ اور شرعی معنیٰ منقول الیہ دونوں میں بیک وقت استعمال ہو اور ایک وقت میں اس سے دونوں معنےٰ اکٹھے مراد ہوں۔ یہ محال ہے لہذا جب لفظ صلوٰۃ سے لغوی معنیٰ دُعا مراد لیں گے تو اس کا معنیٰ نماز نہیں لیا جا سکتا اور جب اس سے شرعی معنیٰ (ہر نماز مراد ہو) تو اس سے لغوی معنیٰ خیال کرنا ناجائز ہوگا۔

قاعدہ | عطف تفسیری کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ واو یا دیگر حرف عطف سے پہلے

کلام میں قدرے اجمال ہو اور حرف عطف کے بعد والے جملہ میں اس کی وضاحت، ورنہ تفسیر کا کوئی مفہوم ہی نہیں۔ جیسا کہ دیوبندی مکتب فکر آیۂ قرآنیہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین میں نورؐ کی تفسیر کتابؔ سے قرار دیتے ہیں (اگرچہ درحقیقت ایسا نہیں ہے) ان قواعد کی روشنی میں درج ذیل ہمارے کلام میں ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

اعتراض کرنے والے نے جب "صَلّٰی عَلَیْہِ" کی تفسیر دعا لہ، سے قرار دی تو پتہ چلا کہ صلیٰ یا صلواۃ کے لغوی اور شرعی دونوں معنوں میں سے لغوی معنیٰ دُعا کا تعین کیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مذکورہ قواعد کے مطابق اس سے شرعی معنی نماز مراد نہیں لیا جا سکے گا کیونکہ بیک وقت دونوں معنے مراد نہیں ہو سکتے گویا جس طرح نورؐ سے مراد دیوبندیوں کے نزدیک محض کتاب ہے اسی طرح ان کے نزدیک فصلیٰ سے مراد محض دعا ہے۔

خلاصہ کلام | خلاصہ یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک حدیث کے الفاظ "فصلی علیہ و دعا لہ" یہ بتلاتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے شہداء کے لیے جو کچھ کیا تھا وہ نماز نہیں محض دعا تھی حالانکہ الفاظ حدیث کا یہ معنیٰ کرنا عقلاً نقلاً غلط ہے کیونکہ محدثین و فقہاء کا اجماع ہے کہ نبی علیہ اسلام نے جنگ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی تھی مگر یہ شرف منکرین دعا بعد جنازہ کو حاصل ہوا ہے کہ محدثین و فقہاء کے فیصلہ کے علی الرغم یہ ثابت کر دیا کہ نبی علیہ اسلام نے سرے سے شہداء جنگ موتہ کی نماز جنازہ پڑھی نہ تھی۔ مگر جب یہ حقیقت ہے کہ آپ نے شہدا موتہ کی نماز پڑھی ہے جیسا کہ معترض کی گزشتہ عبارت سے بھی ظاہر ہے لہذا فصلی علیہ و دعا لہ، کا معنیٰ یہ ہوا کہ آپ نے ہر کسی شہید جنگ موتہ کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد ازیں اُس کے لیے دعا کی اور یہی ہمارا مدعیٰ ہے کہ یہ دُعا

سنت ہے۔

تردید دعویٰ دوم،

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واو عاطفہ ترتیب کے لیے موضوع نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کبھی بھی واو عاطفہ کے ماقبل ومابعد میں ترتیب نہیں ہوتی، ہزارہا ایسی نصوص شرعیہ ہیں جن میں واو برائے ترتیب ہے قرآن کریم میں ہے۔

وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا	رکوع کرو اور سجدہ کرو۔
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔
آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	ہم اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر۔
هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ	وہی ہر چیز ظاہر کرتا ہے اور اسے لے جاتا ہے۔

ثابت ہوا بیشتر مقامات میں واو عاطفہ کے لیے بھی ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے لیکن اس کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال زیر بحث الفاظ فصلّٰی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ میں واو عاطفہ میں لحاظ ترتیب پر کونسا قرینہ ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ پہلے پڑھی اور استغفار کا حکم بعد میں دیا۔

جواب پہلی بات یہ ہے کہ حدیثِ مذکورہ میں زیر بحث عبارت دو بار آئی ہے اور مواہب لدنیہ کی روایت میں تین بار آئی ہے اور ہر بار نماز جنازہ کا ذکر پہلے ہے اور استغفار کا حکم بعد میں۔ پھر یہ حدیث صرف ایک روایت میں نہیں متعدد روایات میں ہے ابن سعد شیخ امام احمد بن حنبل رح کی اپنی روایت ہے صاحب البدایہ ابن کثیر کی اپنی روایت ہے۔یونہی دیگر روایات ہیں۔ اور تمام راویوں نے حدیث میں

نماز جنازہ کا ذکر پہلے اور دُعا و استغفار کا حکم بعد میں کیا ہے۔

اگر معترض کے بقول وقال استغفروا لہ کا یہ مطلب تھا کہ نبی علیہ السلام نے نماز سے پہلے لوگوں کو استغفار یعنی نماز جنازہ کے لیے بلایا تھا۔ تو کہیں کسی روایت میں ایک بار ہی یہ الفاظ نماز کے ذکر سے پہلے آئے ہوتے۔ تو ہم معترض کی بات تسلیم کر لیتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ہر روایت میں ہر بار یہی مذکور ہے کہ پہلے آپ نے زید بن حارثہ پر نماز جنازہ پڑھی پھر اُن کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ ان کے لیے استغفار کرو پھر جعفر بن ابی طالب کی شہادت پر ان کی نماز جنازہ پہلے پڑھی پھر ان کے لیے دعا کی اور استغفار کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح آپ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے لیے کیا۔ اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں سنت نبوی بھی ہے۔

دوسری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حدیث مذکور میں نماز جنازہ کا ذکر فصلّٰی علیہ کے لفظ کے ساتھ بار بار موجود ہے لہٰذا اگر "استغفروا لہ" سے نماز جنازہ پڑھنے کا حکم تھا تو اس کیلئے صلوا علیہ کیا نہیں کہا جا سکتا تھا؟ بلکہ عقل سلیم یہی کہتی ہے صلوا علیہ کہنا ہی واضح اور صریح نماز کا حکم تھا کیونکہ قرآن وحدیث کا مطالعہ یہی بتلاتا ہے کہ کسی کام کے لیے جب بھی امت کو حکم دیا جاتا ہے تو وہ واضح الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے مبہم الفاظ کے ساتھ نہیں۔ اس لیے استغفروا لہ کو نماز جنازہ کا حکم قرار دینا غلط ہے۔

تیسرا اعتراض یہ غائبانہ نمازِ جنازہ تھی جس میں میت سامنے موجود نہ تھی جب کہ ہماری بحث اس نماز میں ہے جب میت سامنے ہو۔

جواب نمبر(۱) چیلنج یہ تخصیص کہاں سے لائی گئی ہے؟ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگ رہے ہیں۔ اور استغفار

کا حکم فرما رہے ہیں۔ تو ثابت ہو کہ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا مانگنا سنتِ رسول مقبول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے یہ کب فرمایا ہے کہ اگر جنازہ سامنے ہو تو پھر نماز کے بعد ہرگز دعا نہ مانگو ایک بھی حدیث ایسی دکھادیں یا کتبِ فقہ میں سے اس مضمون کا کوئی جزئیہ دکھادیں تو تمہاری فتح اور ہماری شکست۔ اور منہ مانگا انعام حاصل کریں مگر قیامت تک تم اپنے اختراعی مذہب کی تائید میں ایک ضعیف حدیث بھی پیش نہ کر سکو گے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔

جب کہ ہم آگے چل کر انشاء اللہ میت کے سامنے موجود ہونے کی صورت میں جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے بارہ میں بھی صریح احادیث پیش کریں گے۔

جواب نمبر۲ ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ شہداء جنگ موتہ کے جنازے نبی علیہ السلام کے سامنے موجود کر دیئے گئے تھے لہٰذا حقیقی صورت وہی تھی جو عمومی طور پر نماز جنازہ کی ہوتی ہے اور اس پر ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنگ تبوک میں تشریف لے گئے تو وہاں پر جبریلِ امین نازل ہوئے اور تبلایا کہ مدینہ شریف میں آپ کے صحابی معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی ہے آگے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

طبرانی وابن سعد أَتُحِبُّ أَنْ أَطْوِيَ لَكَ الْأَرْضَ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَرُفِعَ لَهُ سَرِيْرُهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَخَلْفَهُ صَفَّاتٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِيْ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِجِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَ أَدْرَكَ هٰذَا قَالَ بِحُبِّهِ سُوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقِرَاءَتِهِ إِيَّاهَا جَائِيًا وَذَاهِبًا وَقَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

رواه الطبرانی من حدیث ابی امامۃ وابن سعد فی الطبقات من حدیث انس رض۔

(۱) فتح القدیر شرح ہدایہ جلد نمبر ۱ ص ۴۵۲ کتاب الجنائز۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۳۵۲ طبع مصر ۱۹۳۷ء۔

ترجمہ: جبریل نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں زمین کو لپیٹ کر معاویہ بن معاویہ کا جنازہ آپ کے قریب کر دوں! اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ جبریل نے زمین پر پاؤں مارا اور اس کی چارپائی آپ کے سامنے کر دی، آپ نے اس کی نماز پڑھی آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ستر ہزار فرشتے ہر صف میں تھے پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبریل! معاویہ نے یہ درجہ کیسے حاصل کیا؟ عرض کیا یہ شخص سورہ اخلاص سے محبت رکھتا تھا آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے اور ہر حال پر اسے پڑھتا رہتا تھا یہ حدیث طبرانی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ اور ابن سعد نے طبقات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اسی طرح نجاشی شاہ حبشہ کی نماز جنازہ کے متعلق بھی فقہاء احناف کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی بلکہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا تھا ثبوت کے لیے فتح القدیر عینی شرح ہدایہ عینی شرح بخاری و دیگر شروح ہدایہ وغیرہ کتب سے رجوع کریں۔ اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

لہٰذا معاویہ بن معاویہ اور نجاشی کے جنازہ پر قیاس کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے کہا کہ شہداء موتہ کی نماز بھی غائبانہ نہ تھی بلکہ میت نبی علیہ السلام کے سامنے تھی۔

طحطاوی شرح مراقی وَمِثْلُ مَا ذُکِرَ یُقَالُ فِیْ صَلَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ حِیْنَ اسْتُشْھِدَ بِمُوْتَۃَ قَالَ فِی الْبَحْرِ وَقَدْ اَثْبَتَ کُلًّا مِنَ الْاَوَّلَیْنِ بِالدَّلِیْلِ الْکَمَالُ فِی الْفَتْحِ۔ (طحطاوی صـ ۳۵۲ طبع مصر)

ترجمہ: جو کچھ نجاشی اور معاویہ رضی کے متعلق کہا گیا ہے یہی کچھ زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی نماز کے متعلق کہا جائے گا جب کہ ان کی شہادت موتہ میں ہوئی تھی۔ اور بحر میں ہے کہ علامہ کمال بن ہمام نے فتح القدیر میں نجاشی اور معاویہ کی نماز جنازہ کا غائبانہ نہ ہونا دلیل سے ثابت کیا ہے۔

خلاصہ جب عقلاً نقلاً ثابت ہو گیا کہ شہداء جنگ موتہ پر آپ کی نماز غائبانہ نہ تھی بلکہ شہدا کی اموات آپ کے سامنے موجود تھیں اور آپ نے نماز کے بعد دعا بھی مانگی اور دعا کا حکم بھی دیا تھا تو ثابت ہوا کہ جنازہ سامنے ہو اور نماز پڑھی جا چکی ہو تو دعا مانگنا جائز اور سنت نبوی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز جنازہ لوگوں کو دعا سکھلائی

حدیث نمبر ۱ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی

الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ ذٰلِکَ الْمَیِّتَ۔

(مسلم شریف جلد ا ص ۳۱۱ کتاب الجنائز فصل فی الدعاء علی المیت)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو میں نے آپ کی یہ دعا یاد رکھی۔ آپ فرماتے تھے اے اللہ! اسے (میت کو) بخش دے۔ اس پر رحم فرما اور اسے امان دے اور اسے معاف فرما۔ اور اسے پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال۔ اور اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور اسے پہلے گھر سے بہتر گھر عطا فرما پہلے گھر والوں سے بہتر گھر والے اور پہلی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اسے جنت عطا فرما اور عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچا۔ تا آنکہ میں (حضرت عوف رضی اللہ عنہ) نے تمنا کی کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنازہ میں دعا تو ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے اور حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دعا یاد رکھی جو آپ نے اس دن جنازہ میں پڑھی تھی یہ کیسے آپ نے سن لی؟ اس کا جواب امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں یہ دیا ہے۔

وَاَمَّا الدُّعَآءُ فَیُسَرُّ بِہٖ بِلَا خِلَافٍ وَّحِیْنَئِذٍ یُّتَاَوَّلُ ھٰذَا الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّ قَوْلَہٗ حَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِہٖ اَیْ عَلَّمَنِیْہِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَحَفِظْتُہٗ۔

ترجمہ :۔ جنازہ میں دعا تو ہمیشہ آہستہ پڑھی جاتی ہے ۔ اس وقت اس حدیث کے الفاظ حفظت من دعائہٖ کا معنیٰ یہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے یہ دعا مجھے (حضرت عوف رضی اللہ عنہ کو) نمازِ جنازہ کے بعد سکھائی اور میں نے یاد کرلی۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ علامہ نووی نے صرف یہ کہا ہے کہ حدیث کا مطلب ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھے نماز کے بعد دعا سکھلائی، اب یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ نماز سے فوراً بعد سکھلائی ہو سکتا ہے دفن سے فارغ ہو کر سکھلا دی ہو لہٰذا تمہارا مدعٰی یہاں سے ثابت نہیں ہوتا ــــ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکرین دعا بعد نمازِ جنازہ کو فقہاء کرام کی جن عبارات سے ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان سب میں صرف بعد الصلوٰۃ کا لفظ ہے مثلاً قنیہ کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ کہ الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہٌ ۔ اس کا معنیٰ منکرین یہی لیتے ہیں کہ جنازہ کے فوراً بعد دعا مکروہ ہے ۔ ان سے بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ بعد صلوٰۃ الجنازہ کا لفظ تو بڑا عام ہے تم اسے "متصلاً بعد الصلوٰۃ" میں مقید کیوں کر رہے ہو۔ چلو ہم تمہاری ہمدردی کو تمہاری یہ تقیید تسلیم کر لیتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی مان لو کہ علامہ نووی کی عبارت میں "بعد الصلوٰۃ" کا لفظ بھی "متصلاً بعد الصلوٰۃ" سے متعلق ہے ۔

قابلِ توجہ

حدیث پاک اور اس کی تشریح سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کو نمازِ جنازہ کے بعد مذکورہ دعا سکھلائی تھی ۔ اور سب کو معلوم ہے کہ سکھلایا یوں جاتا ہے کہ پہلے سکھلانے والا کہتا جاتا ہے پیچھے پیچھے سیکھنے والا دھراتا جاتا ہے تو سوچیے اگر میت کی مغفرت کے متعلق دعا کو سیکھنا سکھلانا نمازِ جنازہ کے بعد جائز ہے اور عملِ رسول مقبول ہے تو اس دعا کا مانگنا کیوں ناجائز ہوا ؟ سیکھنے اور

سکھلانے میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے یا صرف ایک بار دعا کے کہنے میں ؟ ظاہر ہے جب نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا سکھلانا باوجود زیادہ عمل ہونے اور زیادہ تقاضا صرف وقت کرنے کے جائز ہے تو دعا کا مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ پھر اس سے روکنے میں کیا مصلحت نظر آتی ہے مانعین کو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ہماری عقل تو سمجھنے سے قاصر رہی۔

ع ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

نمازِ جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا و استغفار کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا

حدیث نمبر ۱۱

عَنْ اَبِیْ یَعْقُوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ شَہِدْتُّہٗ وَکَبَّرَ عَلٰی جَنَازَۃٍ اَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ سَاعَۃً یَعْنِیْ یَدْعُوْ ثُمَّ قَالَ تَرَوْنِیْ کُنْتُ اُکَبِّرُ خَمْسًا قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا..... قَالَ قَالُوْا قَدْ رَاَیْنَا ذٰلِکَ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا ثُمَّ یَمْکُثُ مَا شَآءَ اللّٰہُ۔

(سنن بیہقی جلد ۴ ص ۳۵ کتاب الجنائز ابواب التکبیر علی الجنائز)

ترجمہ :۔ ابو یعقوب عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ (صحابی رسول علیہ السلام) کے متعلق کہتے ہیں کہ میں نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے ایک جنازہ پر چار تکبیریں کہیں پھر ایک ساعت کے لیے کھڑے رہے یعنی دعا کرتے رہے ۔

پھر (لوگوں سے) کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں پانچ تکبیریں کہنا چاہتا تھا (یا کہہ سکتا تھا) کہنے لگے نہیں۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار ہی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (ذرا آگے چل کر دوسری روایت میں ہے کہ) لوگوں نے دریافت کیا (اے عبداللہ!) آج ہم نے یہ چیز دیکھی ہے۔ فرمایا میں یہ اپنی طرف سے تو نہیں کر سکتا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں فرماتے تھے اور پھر جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتا آپ ٹھہرے رہتے۔

اس حدیث کے متعلق ریاض الصالحین عربی ص ۳۹۵ مطبوعہ بیروت میں حاشیہ پر لکھا ہے۔ وَقَدْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ۔

مذکورہ بالا حدیث میں بالکل صاف موجود ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ اور پھر کچھ دیر کھڑے ہو کر دعا بھی کرتے رہے اور چار تکبیروں کے متعلق لوگوں سے گفتگو بھی فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول شریف کے مطابق کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کے فوت ہو جانے پر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر دعا کی

حدیث نمبر ۱۲ فَقَامَ بَعْدَ التَّكْبِيرِ الرَّابِعَةِ بِقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔

(۱) البیہقی شریف جلد ۴ ص ۴۳ (۲) کنز العمال جلد نمبر ۱۵ ص ۷۱۶ حرف المیم کتاب الموت)

ترجمہ:۔ چوتھی تکبیر کے بعد آپ دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ کے برابر کھڑے رہے اور صاحبزادی کے لیے دعا و استغفار کرتے رہے۔ اور دعا کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کے جنازہ کے بعد دعا و استغفار کرنے کا یہی واقعہ مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا۔

(مستدرک حاکم) جلد ۱ ص ۳۶۰ کتاب الجنائز باب ادعیۃ الجنازۃ)

ترجمہ:۔ مثل سابق ہے۔

یاد رہے کہ حاکم نے یہ کتاب مستدرک درحقیقت ان صحیح احادیث کو جمع کرنے کے لیے لکھی ہے جو بخاری و مسلم نے نہیں لکھیں۔ اور مستدرک میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ۔ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ یعنی یہ حدیث صحیح ہے جسے بخاری و مسلم نے درج نہیں کیا۔ اسی طرح مسند امام احمد بن حنبل (بالترتیب الفقہی) جلد ۷ ص ۱۳۶ الرخصۃ فی البکاء من غیر نوح طبع قاہرہ مصر پر بھی یہی الفاظ ہیں۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ کی روایت میں بھی اس حدیث کا مضمون اختصاراً موجود ہے۔

(الغرض یہ حدیث صحیح ہے جس سے یہ امور ثابت ہوئے)

(۱) جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا و استغفار کی۔

(۲) اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

(۳) یہ دعا و استغفار صرف ایک ساعت کے لیے تھی۔

نتیجہ واضح ہے کہ اہلِ سنت کا عمل "دعا بعد نمازِ جنازہ" سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی ہے۔

ایک سوال اگر کوئی شخص کہے کہ ممکن ہے کہ یہ دعا و استغفار حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے کی ہو۔ سلام کے بعد نہیں؟

جوابِ اوّل یہ ہے کہ اس طرح بھی ہمارا ہی مدعیٰ ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ کے منکرین کا کہنا ہے کہ جنازہ میں ایک بار جب استغفار و دعا ہو گئی تو جنازہ کے بعد دوبارہ اس کی ضرورت کیا تھی؟

مگر اب یہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جب حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے تیسری تکبیر کے بعد دعا برائے میت و برائے جملہ مسلمین مانگ لی تھی تو چوتھی تکبیر کے بعد دوبارہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ اب اگر نمازِ جنازہ کے اندر میت کی بخشش کے لیے مزید دعا کی جا سکتی ہے تو نمازِ جنازہ کے بعد یہ کیوں جائز نہیں؟

جوابِ دوم حنفی مذہب میں ظاہر روایت یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام کہا جائے کوئی اور ذکر و دعا نہ کی جائے۔ البتہ بعض مشائخ نے بعض ادعیہ کو استحساناً جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عنایہ و فتح القدیر علی الھدایہ جلد اول ص ۴۶۰ اور در مختار ص ۲۱۳ جلد نمبر ۲ پر ہے اسی طرح بدائع الصنائع جلد اول ص ۱۵ بحر الرائق جلد دوم ص ۱۸۳ اور عالمگیری و عینی شرح ہدایہ میں ہے کہ جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر الروایۃ میں ہے کہ کوئی دعا نہیں مانگنا چاہیئے۔ اس لیے یہی بہتر ہے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا دعا و استغفار کرنا سلام کے بعد قرار دیا جائے تاکہ ظاہر روایت سنتِ نبوی کے

خلاف نہ رہے۔

جوابِ سوم علاوہ ازیں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ عرب و عجم کے سب اہلِ اسلام جنازہ کی تکبیر رابعہ کے بعد دعا نہیں کرتے بلکہ سلام ہی پھیرتے ہیں۔ اب اگر مذکورہ حدیث میں دعا و استغفار کو قبل سلام قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ تمام دنیائے اسلام کے لوگ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چل رہے ہیں۔ جس میں منکرین بھی شامل ہیں۔

جوابِ چہارم راوی کا اس حدیث میں بیان یہ ہے کہ جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہنے کے بعد حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر دعا و استغفار کرنے لگے اب اگر آپ کا یہ عمل سلام سے پہلے تھا تو راوی کو کیسے علم ہوا کیونکہ جنازہ میں سلام سے پہلے سوا تکبیروں کے سب کچھ دل میں پڑھا جاتا ہے بلند آواز سے نہیں راوی کے الفاظ ثُمَّ قَامَ یَدْعُوْ...... سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ راوی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ اور یہ نماز کے بعد ہی ممکن ہے سلام سے پہلے نہیں۔ کیونکہ سلام سے پہلے امام سب کچھ منہ میں پڑھتا ہے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستّر بار جنازہ پڑھنا کیا مفہوم رکھتا ہے؟

حدیث نمبر ۱۳ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جنگِ احد کے شہدا اور مجروحین کا تذکرہ مروی ہے جس میں ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ مبارک چاک کر کے آپ کا کلیجہ نکال کر ہندہ نے چبایا تو اسے نگل نہ سکی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا اس نے اس میں سے کچھ کھایا تھا؟ عرض کیا گیا نہیں!

فرمایا اللہ تعالیٰ۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے بدن کا کوئی حصہ آگ کے قریب نہ جانے دے گا۔ آگے الفاظ یہ ہیں۔

فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَجِيْئَ بِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَرُفِعَ الْاَنْصَارِيُّ وَتُرِكَ حَمْزَةُ ثُمَّ جِيْئَ بِآخَرَ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِ حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ وَتُرِكَ حَمْزَةُ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ صَلٰوةً۔

(مسند امام احمد بن حنبل (بالترتیب الفقہی) جلد ۲۱ ص ۵۲ بترتیب البرداہ ج ۱ ص ۴۶۳)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا اور ان پر نماز پڑھی۔ انصار میں سے ایک شخص (شہید) کا جنازہ لایا گیا اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلوئے مبارک میں رکھ دیا گیا آپ نے اس پر نماز پڑھی، انصاری کا جنازہ اٹھا لیا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا۔ پھر ایک اور شہید لایا گیا اسے بھی پہلوئے امیر حمزہ میں رکھا گیا آپ نے اس پر بھی جنازہ پڑھا تو اسے لے جایا گیا۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا تا آنکہ آپ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر اس دن ستر بار صلوٰۃ پڑھی۔

یونہی (طحاوی شریف باب الصلوٰۃ علی الشہید جلد ۱ ص ۳۰۵ طبع بیروت) پر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دس شہدا رکھے جاتے تھے۔ آپ ان پر اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھتے تھے۔

پھر وہ دس اٹھا لیے جاتے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا جاتا پھر دس اور رکھے جاتے اور ان پر نماز پڑھی جاتی تو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی پڑھی جاتی اس معنیٰ کی دو تین اور احادیث مختلف صحابہ سے طحاوی نے روایت کی ہیں۔

سوال اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں سوا اس صورت کے کہ ولی جنازہ کی شرکت کے بغیر جنازہ پڑھ لیا گیا تو وہ لوٹا سکتا ہے اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قضیہ میں یہ صورت بھی نہیں تو ان پر بار بار جنازہ پڑھے جانے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب اوّل علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اوّلاً امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مستقلاً جنازہ پڑھا گیا اس کے بعد ان کی نعش مبارک وہیں پڑی رہنے دی گئی۔ اور ساتھ ساتھ دیگر شہداء کے جنازے یکے بعد دیگرے لائے جاتے رہے اور نماز پڑھنے کے بعد اٹھا لیے جاتے رہے۔ مگر امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک وہیں پڑے رہنے دی گئی اس پر راوی کو گمان گذرا کہ شاید ان پر بار بار نماز پڑھی گئی ہے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ مگر اہل نظر پر مخفی نہیں کہ یہ جواب سخت کمزور ہے۔

اوّلاً۔ ان معنوں میں (یعنی یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر حمزہ پر بار بار بلکہ ستر بار صلوٰۃ پڑھی) یہ حدیث عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور ابو مالک الغفاری رضی اللہ عنہم جیسے عظیم المرتبت صحابہ سے مروی ہے کیا ان سب کو ایک ہی مغالطہ لگ گیا کسی ایک کی سمجھ میں بھی اصل بات نہ آسکی؟

ثانیاً۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک ہی بدستور پڑی رہنے دی گئی۔ کسی اور شہید کے ساتھ ایسا کیوں نہ ہوا۔ جس انداز میں امیر حمزہ شہید ہوئے۔ اور جس طرح بوجوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شدید صدمہ پہنچا

اور سیاق حدیث، ان تمام امور سے واضح ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کا جنازہ اپنی رغبت اور اپنے حکم سے اپنے آگے بدستور موجود رکھا تھا۔ اور کیوں رکھا تھا اس کا جواب، جوابِ دوم میں سنیے۔

جواب دوم | علامہ عینی رحمہ اللہ کی زبان سے سنیے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے علامہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِ الرَّاوِيْ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً، اَلْمَعْنَى اللُّغَوِيَّ وَهُوَ الدُّعَآءُ اَيْ دَعَا سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

(البنایہ شرح الھدایہ للعینی جلد ۲ ص ۹۸۴ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ راوی کے قول، آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر دفعہ صلوٰۃ پڑھی، کا معنیٰ جائز ہے کہ لغوی ہو اور وہ دعا ہے۔ یعنی آپ نے ان کے لیے ستر بار دعا کی۔

یعنی یہ تو حدیث مسند احمد بن حنبل میں واضح ہو چکا کہ سب سے پہلے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی مستقلاً نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس کے بعد جتنی بار بھی ان کے لیے صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے حتیٰ کہ آخری الفاظ (حتیٰ صلی علیہ سبعین مرۃ) ان سب میں یہی مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک دیگر شہداء کے لیے حکم نماز میں تھا اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے حکم دعا میں۔

احناف کے امام کی یہ توجیہ بالکل درست ہے اور عقل و نقل اور لغت کے بالکل مطابق (فللّٰہ درّہٗ) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر حمزہ کی ایک بار نماز پڑھی گئی اور اس کے بعد ۶۹ انہتر بار دعا کی گئی۔

نتیجہ | اگر ایک شخص کی نماز جنازہ کے بعد وہیں کئی بار دعا مانگنا جائز ہے تو ایک بار

مختصر دعا بطریق اولیٰ جائز ہوئی۔

فرمانِ رسول۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگا کرو،

حدیث نمبر۱۴ | عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَآءَ۔

(۱) ابن ماجہ شریف ص ۱۰۹ طبع سرگودھا (پاکستان)

(۲) ابو داؤد شریف جلد ۲ ص ۱۰۰ (طبع کراچی۔ سعید کمپنی)

(۳) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۴ ص ۴۰ طبع حیدرآباد۔

(۴) جامع صغیر (سیوطی) جلد ۱ ص ۱۱۲ حدیث نمبر ۷۲۹۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے خالص دعا کرو۔

استدلال | وجہ اول۔ اذا صلیتم علی المیت شرط ہے اور فاخلصوا لہ الدعا اس کی جزاء اب یہاں دو امور علم معانی اور اصول فقہ کے مسلمات میں سے ہیں

(۱) شرط اور جزا میں تغایر و تفاوت ہوتا ہے۔

(۲) شرط پہلے واقع ہوتی ہے اور جزا بعد میں۔

لہٰذا حدیث مذکورہ کا مفہوم یہ ہوا کہ جب تم نے میت پر نماز پڑھ لی تو اب میت کے لیے خالص دعا مانگو۔

وجہ دوم۔ صَلَّيْتُمْ صیغہ ماضی ہے اس ماضی کا حقیقی معنیٰ گذشتہ زمانہ

میں ہو چکے واقعہ کی خبر دینا ہے۔ اس لیے حدیث کے حقیقی مفہوم پر معنیٰ حدیث کو محمول کرتے ہوئے یہی مطلب بنے گا کہ اے مسلمانو! جب تم نے میت پر نماز جنازہ پڑھ لی تو اب اس کے لیے خلوص قلبی سے دعا کرو۔

وجہ سوم:۔ ہمارے ذکر کردہ معنیٰ کے استشہادات و تمثیلات سے قرآن کریم اور کتب حدیث کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (سورۂ احزاب)

یعنی جب تم کھانا کھا چکو تو (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر سے) چلے جاؤ اب چلے جانا کھانا کھانے کے بعد ہے یہ معنیٰ نہیں کہ کھانے کی حالت میں چلے جاؤ۔

۲۔ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ...... فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ الخ

یعنی جب زمین تھر تھرا جائے اور اپنے بوجھ اگل دے .... تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا الخ۔ اب نیکی بدی کا حساب، زلزلۃ الارض (قیام قیامت) کے بعد ہے۔

۳۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ...... فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ

یعنی جب اللہ کی مدد آجائے اور نبی پاک علیہ السلام، لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھ لیں تو (شکرانے کے طور پر) اپنے رب کی تسبیح پڑھیے۔ الخ

یہاں تسبیح تشکر حصول فتح اور کثرت داخلین فی الدین دیکھ لینے کے بعد ہے کیونکہ شکر گذاری نعمت کے بدلہ میں ہوتی ہے اس لیے اس کا وقت بعد میں ہی ہوتا ہے۔

ہم ان تین نظائر پر ہی اکتفا کرتے ہیں ورنہ یہ سلسلہ تو بڑا طویل ہے۔

اعتراض نمبر ۱ ابن ماجہ شریف کے ترجمۃ الباب میں ہے ما جاء فی الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ یعنی "نماز جنازہ میں دعا کے

بارہ میں وارد احادیث کا باب" اس عنوان کے تحت مذکورہ حدیث اذا صلیتم علی المیت الخ آئی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس دعا سے عین نماز کے اندر کی دعا مراد ہے نہ کہ نماز کے بعد کی۔

جواب معترض سے سمجھنے میں خطا ہوئی ہے۔ ترجمۃ الباب کا معنیٰ ہے "نماز جنازہ کے بارہ میں دعا سے متعلق وارد احادیث کا باب" لہٰذا اس باب میں ہر وہ حدیث آسکتی ہے جس کا نماز جنازہ سے تعلق ہو۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا اس کے بعد۔ اگر ہماری بات پر یقین نہیں تو اسی مقام پر ابوداؤد شریف کا ترجمۃ الباب دیکھ لیں وہ یہ ہے۔ الدعا للمیت "میت کے لیے وارد احادیث کا باب" اس عنوان کے بعد ابوداؤد شریف میں یہ حدیث لائی گئی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ایک ہی مفہوم دو مختلف عنوانات سے واضح کیا ہے مگر مدعا ایک ہی ہے۔

اعتراض نمبر ۲ منکرین کا اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور موضوع ہے۔ ہماری نظر سے ایک پمفلٹ گذرا ہے۔ عنوان ہے (پول کھل گیا) تحریک تحفظ اہل سنت والجماعت سعدی پارک مزنگ لاہور نے شائع کیا ہے۔ (تحریک کے نام کی بے ربطی اہل تحریک کی ذہنی پراگندگی کا ثبوت ہے) اذا صلیتم علی المیت الخ) والی حدیث مذکورہ کے بارہ میں پمفلٹ میں لکھا ہے "کذاب دجال راوی کی حدیث کا سہارا لینے کی ناکام کوشش"..... "ناپاک جسارت" آگے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے بارہ میں امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ یہ دجالوں میں ایک دجال ہے۔ دار قطنی نے کہا اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ حدیث مذکورہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

جواب اس میں شک نہیں کہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ" اور میزان الاعتدال میں محمد بن اسحاق کے بارہ میں بعض محدثین کی ناموافق آرا بھی لکھی ہیں مگر دیگر کثیر محدثین و آئمہ اسماء الرجال نے محمد بن اسحاق کی جو تعریف و توثیق پیش کی ہے اور علامہ ذہبی نے انہیں نقل کرنے کے بعد میزان الاعتدال صـ۲۲-۲۳ پر محمد بن اسحاق کے بارہ میں کئے گئے تمام اعتراضات کے محققانہ جوابات دے کر جس انداز سے محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دیا ہے، مذکورہ پمفلٹ کے غیر معلوم مرتب نے انہیں ذکر نہ کر کے بڑی خیانت اور انصاف دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ آیئے ذرا محمد بن اسحاق کے متعلق اسماء الرجال کے آئمہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن اسحاق کیسا راوی ہے

(۱) ابن معین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بے شمار محدثین نے محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دیا۔ دار قطنی جیسے دوسروں نے اسے کمزور کہا حالانکہ وہ صالح الحدیث (مقبول حدیث والا) ہے میرے نزدیک اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۲۔ علی بن مدینی نے فرمایا کہ اس کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

۳۔ یحیٰی ابن کثیر وغیرہ اور شعبہ نے کہا امیر المومنین فی الحدیث (محمد بن اسحاق فن حدیث میں امیر المومنین ہے۔

۴۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حسن الحدیث۔ اس سے حدیث لینا بہتر ہے۔

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۱ علامہ ذہبی)

آگے ص ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ پر علامہ ذہبی نے محمد بن اسحاق کے بارہ میں بڑی مفصل بحث کی ہے اور اس کے متعلق بعض محدثین کی جتنی ناموافق آراء تھیں انہیں مضبوط دلائل سے باطل قرار دیا ہے۔

اِذَا صَلَّيۡتُمۡ حدیث صحت کے لحاظ سے کیسی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

لِاَبِیۡ دَاوٗدَ وَابۡنِ مَاجَۃَ وَلِابۡنِ حَبَّانَ فِیۡ صَحِیۡحِہٖ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ حَدِیۡثٌ حَسَنٌ۔

(جامع صغیر (سیوطی) جلد ۱ صـ۱۱۲)

ترجمہ:۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح (کتاب) میں درج کی ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

گھر کی شہادت صاحب عون المعبود شرح ابی داؤد (غیر مقلد) نے ابوداؤد کی اس حدیث کے تحت لکھا ہے۔

اَخۡرَجَہُ ابۡنُ حَبَّانَ مِنۡ طَرِیۡقٍ اُخۡرٰی عَنۡہُ مُصَرِّحًا بِالسَّمَاعِ وَصَحَّحَہٗ۔

(عون المعبود جلد ۳ صـ۱۸۸ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ محمد بن اسحاق ہی سے یہی حدیث ابن حبان نے سمعتُ کے لفظ کے ساتھ ایک اور طریق سے روایت کی ہے۔ اور اسے ابن حبان نے حدیث صحیح قرار دیا ہے۔

نتیجہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت سے یہ حدیث بقول علامہ سیوطی حدیث حسن ہے اور بروایت حبان حدیث صحیح ہے۔ اور اس حدیث کے معنی کی تحقیق آپ پڑھ چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم رؤف و رحیم کا ارشاد مبارک ہے کہ مسلمانو! نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کے لیے خلوصِ دل سے دعائے (مغفرت) کیا کرو۔

Scanned with CamScanner

منکرین دُعا بعد جنازہ کی روحِ قرآن وحدیث کے برخلاف لایعنی گپیں

اعتراض نمبر ۱ مولوی صاحبان نے لکھا ہے کہ "اذا صلیتم" شرط ہے اور "فاخلصوا" جزا ہے شرط وجزا میں تغایر ہونا چاہیئے نہ کہ اس میں داخل ہو۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر ان کی تغایر سے مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ دعا کو شامل نہیں بلکہ دُعا، نماز جنازہ سے الگ ہے تو اس قسم کا تغایر مراد لینا نہایت مضحکہ خیز ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ میں سے دعا و استغفار ہی کو الگ کر دیا جائے تو ایسی نماز سے میت کو کیا فائدہ ہوا اور ایسی نماز پڑھنے والوں کو کیا ثواب حاصل ہوگا۔ میت کا حق تو اسی طرح مسلمانوں کے ذمہ باقی رہ جائے گا نماز جنازہ سے اہم مقصود تو یہی دُعا و استغفار ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے۔ اس حدیث میں بھی نماز جنازہ کے اندر اسی دعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

اور اگر تغایر سے ان کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے اندر کی دعا کسی شمار میں نہیں ہے اور اس میں اخلاص کی بھی ضرورت نہیں ہے تو اس حدیث میں تو نمازِ جنازہ کے بعد ایک اور دُعا کو اخلاص کے ساتھ مانگنے کا حکم فرمایا گیا ہے الخ۔

نوٹ یہ اعتراض دیوبندی مکتب فکر کے ایک مولانا سید عزیز علی شاہ ثابت حنفی کی کتاب تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ انجمن اسلامیہ گکھڑ (گوجرانوالہ) کے ص ٦٩ سے نقل کیا گیا ہے۔

جواب ثابت حنفی صاحب کو چاہیئے تھا کہ بریلوی مکتب فکر کے "جن مولوی صاحبان" نے لکھا ہے کہ "اذا صلیتم" شرط اور "فاخلصوا" جزا ہے اور شرط جزا میں تغایر ہوتا ہے الخ پہلے ان کا یہ دعویٰ باطل ثابت کرتے۔ مگر ثابت صاحب کو یہ توفیق نہ ہوئی اور نہ ہی وہ فن نحو وعلم معانی واصولِ فقہ کا یہ مجمع علیہ قاعدہ کہ شرط و

جزا میں تغایر ہوتا ہے۔ باطل ثابت کر سکتے تھے۔

دو غلط دعوے آخر کار عاجز آ کر انہوں نے ایک لایعنی بحث چھیڑ دی جس میں انہوں نے دو دعوے کیے پہلا دعویٰ۔ اگر حدیث کا یہ ترجمہ کیا جائے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔ تو لازم آئے گا کہ نماز جنازہ دعا سے خالی ہو جائے کیونکہ اس طرح دعا کا حکم تو نماز جنازہ کے بعد قرار پایا نہ کہ نماز کے اندر۔

دوسرا دعویٰ۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ لازم آئے گا کہ نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ ناکافی اور ناقص ہے اور اس کے لیے اخلاص کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اخلاص کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم نماز کے بعد جو ٹھہرا۔

تردید دعویٰ اوّل قارئین کرام! ذرا توجہ دی جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان دونوں دعووں میں کچھ صداقت نہیں۔ یے بنیاد دعوے ہیں دیکھیے نماز پنجگانہ دعاؤں کے مجموعہ کا نام ہے۔ سب سے اول اس میں سورہ فاتحہ ہے سارے قرآن کا نچوڑ اور تمام قرآنی دعاؤں کا عرق ہے۔ اور وہ ہر قسم کی نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر سورہ فاتحہ کے بعد جو سور و آیات قرآنیہ تلاوت کی جاتی ہیں وہ بھی بسا اوقات قرآنی دعاؤں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پھر آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنے کے بعد رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ یا ایسی ہی دیگر قرآنی ادعیہ یا ماثور ادعیہ مانگنے کی صراحت وترغیب جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے بلکہ صحاح ستہ کی تمام کتب میں سلام سے قبل اور تشہد کے بعد نماز میں محبوب ومرغوب دعائیں بکثرت مانگنے کا حکم نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔

ابوداؤد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْیَتَعَوَّذْ

بِاللّٰہِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔

(ابو داؤد جلد نمبر ۱ صـ۱۴۱ باب مایقول بعد التشہد کتاب الصلواۃ)

ترجمہ:۔ جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے عذاب[1] جہنم عذاب[2] قبر[3] زندگی اور موت کے فتنہ اور بدتر[4] دجال کے فتنہ سے۔

مسلم شریف | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تشہد سکھلایا (جو تشہد ابن مسعودؓ کے نام سے مشہور ہے) پھر فرمایا ثُمَّ یَتَخَیَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَۃِ مَا شَآءَ یعنی پھر نمازی تشہد کے بعد جو چاہے اللہ سے سوال کرے۔ دوسری روایت میں ہے ثُمَّ یَتَخَیَّرُ بَعْدُ مِنَ الدُّعَآءِ یعنی پھر جو چاہے دعا کرے۔

(مسلم شریف جلد اول صـ۱۷۳ کتاب الصلواۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

بخاری شریف | عبداللہ بن مسعود ہی سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ہمیں تشہد سکھلایا پھر فرمایا۔ ثُمَّ لْیَتَخَیَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَہٗ اِلَیْہِ فَیَدْعُوْا یعنی پھر (تشہد پڑھنے کے بعد) نمازی کو جو دعا محبوب ہو وہ مانگے۔

(بخاری جلد اول صـ۱۱۵ کتاب الاذان باب الدعاء قبل السلام)

نتیجہ

نماز کے اندر اتنی کثرت سے دعائیں مانگ لینے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو اور ساری دنیائے اسلام کو یہ حکم فرمایا کہ نماز سے فارغ ہو کر بھی اخلاص کے ساتھ دُعا کی جائے چنانچہ ارشاد ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ۔ (سورہ الم نشرح)

ترجمہ:۔ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں مصروف ہو جاؤ اور سوال کرنے میں اپنے خدا کی طرف رجوع لاؤ۔ وہ عطا کرے گا۔ (تفسیر کبیر)

ثابت حنفی صاحب! نماز میں کثرت کے ساتھ دعا کر لینے کے بعد اللہ تعالےٰ نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم فرما رہا ہے اور تمہارے اصول کے مطابق تو لازم آگیا کہ خود نماز دعا سے خالی ہو گئی۔ کیونکہ اللہ نے تو نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم دیا ہے نماز کے اندر نہیں۔ اور نماز کے بعد دعا کا حکم اسی لیے دیا ہے کہ خود نماز میں دعا نہ تھی ورنہ بعد میں دعا کا حکم نہ ہوتا۔ یہ انداز فکر ثابت حنفی صاحب یا ان کے ہم مشرب دیوبندی وھابی قوم کا ہو تو ہو۔ مگر یہ نا قابل تردید حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگنے کے حکم قرآنی سے یہ لازم نہیں آیا کہ خود نماز دعا سے خالی ہو گئی بلکہ نماز کے اندر والی دعا اپنی جگہ باعث برکت اور بعد والی اپنی جگہ مستجاب ہے ٹھیک اسی نہج پہ چلتے ہوئے علماء اہل سنت نے حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء کا یہ ترجمہ کیا جب تم نے میت پر نماز پڑھ لی تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آگیا کہ خود نماز جنازہ دعا سے خالی ہو گئی،

تردید دعویٰ ثانی | یہ تردید مندرجہ ذیل چند احادیث پر منتج ہو گی۔

کنز العمال | حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے معاذ ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا اے معاذ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگنا نہ بھولنا رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیرا ذکر و شکر اور تیری بہتر عبادت کروں)

انہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ بَعْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ ذُنُوْبَهٗ وَاِنْ كَانَ فَرَارًا مِنَ الزَّحْفِ۔

ترجمہ: یعنی جس نے ہر نماز کے بعد تین بار یہ کہا۔ میں اس اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی ہمیشہ کے لیے زندہ و تابندہ ہے اور میں اس سے توبہ چاہتا ہوں۔ اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا خواہ وہ لشکر سے بھاگا ہو۔

(کنز العمال جلد نمبر ۲ صـ۶۴۲ الفرع الثانی ادعیۃ بعد الصلوٰۃ)

بخاری شریف بخاری شریف جلد دوم کتاب الدعوات میں صـ۹۳۶ پر ہے باب الدعاء فی الصلوٰۃ اس کے بعد ہے باب الدعاء بعد الصلوٰۃ اور اس میں وہی مشہور حدیث ہے جس میں نبی علیہ السلام نے غریب صحابہ کو ذکر بعد الصلوٰۃ کا طریقہ سکھلایا ہے

(بخاری شریف جلد دوم صـ۹۳۷ کتاب الدعوات)

ناظرین! جب آپ نے مذکورہ احادیث پڑھ لیں تو اب ثابت حنفی صاحب کا دوسرا دعویٰ بھی دیکھیے کہ اگر حدیث کا یہ معنیٰ ہو کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔ تو لازم آئے گا کہ نماز جنازہ کے اندر والی دعا ناقص و نامکمل ٹھہرے۔

بتلائیے ثابت صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد جو دعائیں کیں تو کیا نماز کے اندر والی سورۃ فاتحہ کی دعا اور دیگر دعاؤں کو آپ نے ناقص سمجھا تھا؟ جب کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے اور ایک روایت کے مطابق اساس الکتاب ہے۔ اسے سورۃ کافیہ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس میں ہر چیز کی کفایت ہے دیکھیے

درِ منثور جلد نمبر ۱ صـ۳۔ اگر نماز پنجگانہ کے بعد دعا کرنے سے نماز کے اندر والی دعاؤں کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا تو نماز جنازہ کے بعد از روئے حدیث دعا تسلیم کر لینے سے بھی نماز جنازہ کے اندر والی دعا ہرگز ناقص نہیں ٹھہر سکتی۔

اسی طرح اللہ نے فرمایا جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ دعا کے لیے رب کی طرف رجوع کرو اور اس میں رغبت دکھلاؤ۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آگیا۔ خود نماز رجوع کے بغیر تھی اور اس میں رغبت الی اللہ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی طرح اذا صلیتم فاخلصوا له الدعاء کا ترجمہ۔ (نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اخلاص سے دعا کرو) کرنے سے لازم نہیں آتا کہ خود نماز جنازہ اخلاص کے بغیر تھی۔

قواعد نحو اور اصول فقہ سے منکرین دعا بعد جنازہ کا ناجائز انحراف

اعتراض نمبر ۳ ثابت حنفی صاحب نے اپنے رسالہ میں قرآن کریم اور حدیث سے مجازی معنیٰ اور مقدر الفاظ والی چند امثلہ پیش کر کے حقیقی صورت حال کو الجھانے اور بگاڑنے کی کوشش کی ہے چنانچہ انہوں نے یہ کہا۔

(۱) قرآن کریم میں ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا له۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو الخ۔

(۲) قرآن کریم میں ہے واذا سألتموهن متاعاً فسئلوهن من وراء حجاب یعنی جب تم ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

(۳) قرآن کریم میں ہے۔ اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم جب تم قرآن پڑھو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

پڑھ لیا کرو۔

ان تمام آیات میں شرط و جزاء معًا واقع ہوئے ہیں۔ تقدیم و تاخیر نہیں۔

بریلوی مکتب فکر اگر حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ بالدعاء کا معنیٰ یہ کرتا ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے اخلاص بھری دعا کرو۔ تو اس مکتب فکر کو چاہیئے کہ وہ مذکورہ بالا آیات کا ترجمہ یوں کرتے (۱) جب قرآن پڑھا جا چکے تو اسے غور سے سنو۔ (۲) جب تم ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کر چکو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو (۳) جب تم قرآن پڑھ چکو تو۔ اعوذ باللہ الخ پڑھو۔ یقینًا یہ معنیٰ کرنا نہایت مضحکہ خیز ہے بلکہ صحیح معنیٰ ان آیات کا یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ اسی طرح اس حدیث کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس میں اخلاص بھری دعا کرو۔ لہٰذا دعا بعد جنازہ اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۱ جب بریلوی اور دیوبندی مکاتب فکر کے مابین اس حدیث کے معنیٰ میں اختلاف واقع ہوا ہے تو پھر آیئے قواعد فن نحو اور علم اصول فقہ کے طے شدہ اصول کی کسوٹی پر یہ اختلاف پرکھ لیتے ہیں۔ جس مکتب فکر کے بیان کردہ معنیٰ کی تائید علم نحو اور علم اصول فقہ کے قواعد کر دیں وہ یقینًا سچا ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۱ حرف فاء جب کسی جملہ یا کلمہ پر داخل ہو تو یہ بتلاتا ہے کہ اس کا مابعد اپنے وقوع میں ماقبل سے مؤخر ہے اور دونوں ترتیب کے ساتھ پے بہ پے واقع ہونے والے ہیں۔ اس قاعدہ کی تحقیق درج ذیل ہے۔

کافیہ (الفاء للترتیب) یعنی فاء ماقبل و مابعد میں بیان ترتیب کے لیے ہوتی ہے

ہدایۃ النحو الفآء للترتیب بلا مہلۃ نحو جآء زیدٌ فعمرٌو یعنی فآء ماقبل و مابعد میں ترتیب کے لیے ہوتی ہے جن کے مابین مہلت نہیں ہوتی۔

توضیح وتلویح الفآء للتعقیب فلھذا تدخل فی الجزاء فان قال ان دخلت ھذہ الدار فھذہ الدار فانت طالق فالشرط ان تدخل علی الترتیب من غیر تراخ (توضیح تلویح ص۲۴۲ طبع پشاور)

ترجمہ:۔ فاء اپنے مابعد کو ماقبل سے پیچھے لانے کے لیے اور اس کا وقوع مؤخر بیان کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اسی لیے جزا پر داخل ہوتی ہے لہٰذا اگر کسی نے کہا۔ اے میری بیوی! اگر تو اندر آئی اس کمرے میں پھر اس کمرے میں تو تجھے طلاق ہے تو وقوع طلاق کے لیے یہ شرط ہے کہ دونوں کمروں میں وہ عورت بغیر درمیانی مہلت کے ترتیب کے ساتھ داخل ہو۔

ھدایہ شوافع کے نزدیک تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے۔ احناف کے ہاں نماز سے خارج ہے البتہ نماز سے متصلًا مقدم ہے جس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وذکر اسم ربہ فصلی کیونکہ فاء نے صلوٰۃ کو ذکرِ اسم (تکبیر) سے مؤخر کر دیا ہے ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ۔

قاعدہ نمبر ۲ علم معانی کی تصریحات کے مطابق کلام میں اصل ذکر ہوتا ہے حذف خلاف اصل اور کسی وقتی تقاضا کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ یہ قانون تو انسان کی اپنی کلام کے لیے ہے۔ کسی غیر کی کلام میں اپنی طرف سے کسی کلمہ کے محذوف ہونے کا دعویٰ کرنا مضبوط عذر کے سوا کسی طور جائز نہیں یعنی وہ کلمہ حذف مانے بغیر کلام کا معنیٰ ناتمام ہو نا ہو تو پھر اصل قانون سے انحراف کا جواز ہے یہ قانون کسی بھی

دوسرے انسان کی کلام کے متعلق ہے اور اگر اللہ کا قرآن یا نبی کی حدیث ہو تو پھر خود سوچیے اپنی طرف سے اس میں کسی کلمہ کا ادخال اور ادعاء حذف کرنا کس قدر بڑی بات ہے اور وہ بھی ایسے طور پر کہ اس سے خارج من الصلوٰۃ اور بعد الصلوٰۃ کا امر داخل فی الصلوٰۃ ہو جائے۔

مذکورہ بالا قواعد کو ایک بار پھر پڑھ لیجیے اور پھر زیر بحث حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہٗ الدعآء کے الفاظ میں غور کیجیے چونکہ فاخلصو جزا پر حرف فا داخل ہے جو توضیح تلویح کے مذکورہ حوالہ کے مطابق جزا پر اسی لیے داخل ہوتی ہے کہ اسے شرط سے وقوع میں مؤخر کر دے لہٰذا دعا کا حکم صلوٰۃ کی تکمیل کے بعد ہی وارد ہوتا ہے لہٰذا فن نحو اور اصول فقہ کے اصول نے یہی فیصلہ کیا کہ حدیث کا معنیٰ ہے جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

جواب نمبر ۲

دیوبندی مکتب فکر کے زعما سے التماس ہے کہ ہماری نہیں مانتے نہ مانو نحو د قانون فقہ کے اصول کی بات ہی مان لو کہ ایک بڑی عوامی الجھن دور ہو جائے۔

رہا یہ کہ اعتراض میں مذکور تین آیات قرآنیہ کا معنیٰ ان اصول کے مطابق نہیں اترتا تو اس کا جواب دینا جیسے ہم پر واجب ہے ویسے آپ پر بھی واجب ہے، البتہ ہم یہی عرض کریں گے اس ناگزیر صورت حال میں آیات کا معنیٰ اس تقدیر و حذف پر منتج ہے۔

(۱) اذا ارید قراءۃ القرآن من احد فاستمعوا لہٗ یعنی جب کوئی پڑھنے کا ارادہ کرے تو تم ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی قراءت سنو۔

(۲) واذا اردتم ان تسئلوھن متاعًا فاسئلوھن من وراء حجاب جب

تم ازواج رسول سے کچھ مانگنے کا ارادہ کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

(۳) واذا اردت ان تقرء القران فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم جب تو قرآن پاک پڑھنے کا ارادہ کرے تو اللہ کے ساتھ شیطان مردود سے پناہ مانگ۔

ہدایہ شریف کی شہادت

وَیَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،
مَعْنَاہُ اِذَا اَرَدْتَ قِرَاءَۃَ الْقُرْآنِ۔

(ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

الفاظ قرآن کی شہادت

واذا سئلتموھن متاعًا کا صاف صاف معنیٰ ہی یہ ہے کہ جب نبی کی ازواج سے سوال کرنا چاہو اور اس کا ارادہ کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔ کیونکہ اس بات کا تو کوئی جواز ہی نہیں کہ ازواج نبی سے سوال شروع کرتے وقت تو پردہ نہ کیا جائے اور سوال کے دوران پردے کے پیچھے ہو لیا جائے۔ اس لیے ہر عاقل شخص کہے گا کہ آیت میں تقدیر یہ ہے واذا اردتم ان تسئلوھن الخ اسی طرح واذا قرئ القرآن کا صاف صاف معنیٰ ہی یہ ہے کہ جب کوئی شخص قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ نماز میں بطور فرض عین اور غیر نماز میں بطور فرض کفایہ یہ ضروری ہے آغاز تلاوتِ قرآن ہی سے قرآن توجہ سے سنا جائے۔ اس بات کا تو کوئی تک ہی نہیں شروع تلاوت میں تو سننا لازم نہ ہو اور دوران تلاوت لازم ہو جائے لہٰذا ہر شخص مانے گا کہ آیت کی تقدیر ہی یہ ہے کہ واذا ارید قراءۃ القرآن۔

جب کہ زیر بحث حدیث میں یہ تقدیر نہیں مانی جاسکتی کہ اذا اردتم ان تصلوا علی المیت فاخلصوا له الدعاء ۔ کیونکہ اس کا معنیٰ بنے گا کہ جب تم یہ ارادہ کرو کہ میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے دعا کرو ۔ اس طرح تو مفہوم یہ ہوا کہ نماز جنازہ کے شروع میں دعا کرنا چاہیئے جو غلط ہے ثابت ہوا دیوبندی صاحب نے قرآن کریم کی جو تین آیات پیش کی ہیں ان کا معنیٰ اور زیر بحث حدیث کا معنیٰ ایک جیسا نہیں ان میں فرق یہ ہے کہ حدیث میں حرف فاء کو اپنے حقیقی معنیٰ تعقیب پر جاری رکھنا درست ہے اور ان آیات میں حرف فاء کو اپنے معنیٰ التعقیب پر رکھنا ناممکن تھا ۔ یعنی آیات کا لغوی اور لفظی معنیٰ درست نہیں ٹھہر سکتا تھا ۔ ایسی مشکل صورت حال میں "ارادت" کو محذوف مانا گیا ۔

گھر کی گواہی جیسا کہ خود ثابت حنفی دیوبندی صاحب ص۷۵ پر یوں لکھتے ہیں ۔ تمام مفسرین کرام اور یہ لوگ خود بھی جہاں تعقیب کے معنیٰ فاء میں متعذر ہوں کوئی فعل مقدر مان لیتے ہیں ۔ ۱۲ ۔

تبصرہ جناب من ! اس کا یہ مقصد تو نہیں کہ معدودے چند مقامات پر لغوی اغلاق دور کرنے کی غرض سے "فعل ارادت" محذوف مانا گیا تو جہاں جی میں آیا اس کی آڑ لے کر نصوص شرعیہ میں موشگافیاں شروع کردی جائیں ۔ اب آپ خود بتلائیں زیر بحث حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء میں کونسا لغوی اور لفظی اغلاق ہے جو اس امر کا باعث بن رہا ہے کہ اس کا یہ معنیٰ کیا جائے اذا اردتم ان تصلوا علی المیت فاخلصوا له الدعاء فی الصلوٰۃ

علاوہ ازیں اعتراض ثابت حنفی صاحب نے مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۱ کی ایک حدیث بھی بطور دلیل پیش کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ۔

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا ۔

ترجمہ :۔ امام اسی لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو تو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے اٹھے تو اٹھو جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو ۔ جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو ۔

ثابت دیوبندی صاحب کا استدلال یہ ہے کہ مثلاً اذا صلی قائما فصلوا قیاما میں شرط و جزا کے مابین تقدم و تاخر نہیں اور نہ ہی فاء برائے تعقیب ہے بلکہ شرط و جزاء مقارنت کے ساتھ معاً وقوع پذیر ہیں اور یہی حال بعد والے الفاظ حدیث کا بھی ہے ۔

جواب ہمیں تسلیم ہے کہ مذکورہ حدیث کا پہلا اور آخری جملہ شرط جزا کے معاً وقوع کا حامل ہے اور یہ خلاف قانون اصلی بر سبیل مجاز و توسع ہے جیسا کہ گذر چکا ۔ وگرنہ حدیث کے دیگر تمام جملے آپ یکے بعد دیگرے دیکھ لیں سب میں شرط و جزا میں تقدیم و تاخیر در وقوع ہے اور فاء اپنے حقیقی معنیٰ پر وارد ہو رہی ہے اسی لیے اس حدیث سے شارحین یہ مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیئے ۔ جب وہ مکمل رکوع میں جا پہنچے تو مقتدی رکوع میں جائے ۔ جب وہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہو تب مقتدی رکوع سے اٹھے ۔ جب امام کی پیشانی سجدہ میں ٹک جائے اور ساجد ہو چکے تب مقتدی سجدہ کے لیے جھکے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔ لم یحن احد منا ظہرہ حتی یقع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساجدا ثم نقع سجودا بعدہ

Scanned with CamScanner

یعنی کوئی شخص ہم سے اپنی کمر سیدھی نہ کرتا تھا (سجدہ کرنے کے لیے) تاآنکہ نبی علیہ السلام سجدہ میں پیشانی ٹیک نہ لیتے تھے۔

کاش ثابت حنفی صاحب نے اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل اس کی شرح بھی دیکھ لی ہوتی تو انہیں الجھن نہ ہوتی بلکہ حدیث کا صحیح مفہوم اور اختلافی مسئلہ کا حل معلوم ہوجاتا۔

بریلوی استدلال کی نہایت مضبوط تائید

عمدۃ القاری فاذا رکع ای الامام فارکعوا الفاء فیہ وفی قولہ فاسجدوا للتعقیب ویدل علی ان المقتدی لا یسبق الامام بالرکوع والسجود حتی اذا سبق الامام فیھما ولم یلحق الامام فسدت صلوتہ والدلیل علی ان الفاء للتعصب ما رواہ مسلم من روایۃ الاعمش عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا فی روایۃ ابی داؤد من روایۃ مصعب بن محمد عن ابی صالح ولا ترکعوا حتی یرکع ولا تسجدوا حتی یسجد ...... فان قلت الفاء التی للتعقیب ھی الفاء العاطفۃ والفاء التی ھنا للربط فقط لانھا وقعت جوابا للشرط فعلی ھذا لا تقتضی تأخر افعال الماموم عن الامام۔ قلت وظیفۃ الشرط التقدم علی الجزاء مع ان روایۃ ابی داؤد تصرح بانتفاء

التقدم والمقارنۃ ولا اعتبار لقول من یقول ان الجزاء یکون مع الشرط۔

(عمدۃ القاری جلد ۵ ص ۲۱۷ کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیؤتم بہ)

ترجمہ: حدیث کے لفظ اذا رکع فارکعوا میں فاء تعقیب کے لیے ہے اسی طرح فاسجدوا میں۔ اور یہ الفاظ اس امر پر دال ہیں کہ مقتدی رکوع و سجود میں امام سے آگے نہ بڑھے۔ اگر اس نے ایسا کیا اور امام اسے اس رکوع و سجود میں آنہ ملا تو مقتدی کی نماز ٹوٹ گئی۔ اور فاء تعقیب کے لیے ہونے پر مسلم کی روایت دلالت کرتی ہے جس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام سے آگے نہ بڑھو جب وہ رکوع کرچکے تب رکوع کرو اسی طرح ابو داؤد کی روایت ہے کہ تم اس وقت تک رکوع نہ کرو جب تک امام رکوع نہ کرلے اور نہ ہی اس کے سجدہ کرنے سے پہلے سجدہ کرو اگر تو اعتراض کرے کہ تعقیب کے لیے تو فاء عاطفہ ہوتی ہے جب کہ اس حدیث میں فاء محض ربط کے لیے ہے کیونکہ شرط کا جواب بن کر آئی ہے لہذا یہ حدیث مقتدی کے افعال کے امام سے مؤخر ہونے کا تقاضا نہیں کرتی تو میں کہوں گا کہ شرط کا قاعدہ اور اصول ہی یہ ہے کہ وہ جزا سے پہلے واقع ہو علاوہ ازیں روایت ابی داؤد انتفاء مقارنت (شرط و جزاء) کی صراحت کرتی ہے۔ اور اس آدمی کی بات کا کچھ اعتبار نہیں جو کہتا ہے کہ جزاء شرط کے ساتھ ہی واقع ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی

حدیث نمبر ۱۵ عَنِ الْمُسْتَظِلِّ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ بَعْدَ مَا صَلّٰی علیھا۔

(۱) بیہقی شریف جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۵ طبع حیدر آباد دکن۔

(۲) کنز العمال جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۷۱۳ حرف المیم کتاب الموت حدیث نمبر ۴۲۸۱۴ طبع حلب۔

ترجمہ:۔ مستفل بن حصین سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی بعد اس کے کہ جنازہ پر نماز پڑھی (یا یہ کہ جنازہ پر نماز پڑھی جا چکی تھی)

اس حدیث میں کتنی صراحت ہے اور کتنی وضاحت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ ہو جانے کے بعد دعا مانگی۔ معلوم ہوا نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا صحابہ کرام کی سنت ہے۔ اللہ ہر کسی کو اس پہ عمل کی توفیق دے۔

اعتراض اس حدیث کا یہ معنیٰ نہیں جو آپ نے بیان کیا۔ بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی۔

جوابِ اوّل اہلِ اسلام کے سوادِ اعظم مذہب حق حنفیہ کے آئمہ کا اجماع ہے کہ ایک بار نمازِ جنازہ پڑھے جانے کے بعد دوبارہ نماز پڑھنا جائز نہیں الا یہ کہ ولی میت نے نماز نہ پڑھی ہو تو وہ دوبارہ نماز پڑھوا سکتا ہے۔ اور یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کے لیے کتابوں کے حوالے پیش کیے جائیں فقہ حنفی سے ادنیٰ تعلق رکھنے والا ہر شخص اس سے بخوبی واقف ہے صرف ایک عبارت ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

المبسوط۔ وَاِذَا صَلّٰی عَلٰی جِنَازَۃٍ ثُمَّ حَضَرَ قَوْمٌ لَمْ یُصَلُّوْا عَلَیْھَا ثَانِیَۃً جَمَاعَۃً وَلَا وُحْدَانًا عِنْدَنَا۔

المبسوط للسرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷

یعنی جب میت پر نماز پڑھی جا چکی ہو پھر کچھ لوگ آ جائیں تو وہ اس پر نماز نہ پڑھیں نہ اکیلے اور نہ با جماعت۔

لہٰذا مذکورہ اعتراض کی کوئی بنیاد ہی نہ رہی اور حقیقت واضح ہو گئی۔ علاوہ ازیں حدیث کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ علی مرتضیٰ حدیث میں مذکور میت کے ولی بھی نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو بیان کیا جاتا کہ آپ نے اپنے فلاں رشتہ دار کی نمازِ جنازہ ہو جانے کے بعد دوبارہ نماز پڑھی۔ مگر اس کے بجائے "جنازۃٍ" کے اسم نکرہ سے پتہ چلا کہ میت کوئی عوام میں سے تھا۔ جب علی مرتضیٰ میت کے ولی بھی نہ تھے تو فقہ حنفی کے مطابق حدیث کا یہ معنیٰ کسی بھی لحاظ سے درست نہ ہوا کہ علی مرتضیٰ نے نمازِ جنازہ ہو جانے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی۔

جوابِ دوم فقہاء احناف کے دلائل نمازِ جنازہ دوبارہ نہ ہونے پر وقیع اور وزنی ہیں من جملہ یہ کہ اگر بار بار نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو آج کے دور تک نبی علیہ اسلام کی نماز پڑھنے کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا مگر صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ البتہ جہاں کہیں ایسی روایت آئی ہے جس میں دوبارہ نمازِ جنازہ کا ایہام ہوتا ہے وہاں لفظ صلوٰۃ سے مراد دعا ہوتی ہے اس لیے کہ لفظ صلوٰۃ کا لغوی معنیٰ دعا ہے۔ چنانچہ مبسوط کی ایک عبارت پیش خدمت ہے۔

وَالَّذِیْ رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی شُھَدَاءِ اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ مَعْنَاہُ دَعَا لَھُمْ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی صَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ۔

(مبسوط جلد دوم صفحہ ۶۹ باب غسل المیت)

ترجمہ:۔ اور جو یہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی علیہ اسلام نے شہداء اُحد پر آٹھ سال کے بعد نماز پڑھی تو اس کا یہ معنیٰ ہے کہ آپ نے اُن کے لیے دُعا کی جیسا کہ ارشاد خدا ہے اے نبی آپ مومنوں کے لیے صلوٰۃ بمعنیٰ دُعا کیجیے کہ آپ کی دعا ان کے لیے باعثِ سکون ہے۔

یہی عبارت فتح القدیر جلد اول باب الجنائز اور ہدایہ کی دیگر شروح اور دیگر کتب فقہ حنفی میں بکثرت مل جاتی ہے۔

یونہی عینی شرح ہدایہ میں علامہ عینی نے امیر حمزہ پر ستر بار نماز جنازہ کے ابہام والی حدیث کا معنیٰ یوں بیان کیا ہے۔

وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِ الرَّاوِيْ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً الْمَعْنَى اللُّغَوِيَّ وَهُوَ الدُّعَآءِ

(البنایہ شرح ہدایہ العینی رح جلد دوم ص ۹۸۶ طبع بیروت)

ترجمہ: یہ جائز ہے کہ راوی حدیث کے اس قول (کہ نبی علیہ السلام نے امیر حمزہ پر ستر بار صلوٰۃ پڑھی) سے مراد لغوی معنیٰ ہو اور وہ دعا ہے۔

حاصل جواب اس جواب کی مذکورہ تقریر کا مدعیٰ یہ ہے کہ حدیث پاک کے الفاظ سے جہاں کہیں یہ وہم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام یا صحابہ کرام نے میت پر دوبارہ نماز پڑھی وہاں فقہاء کے نزدیک صلوٰۃ بمعنیٰ دعا ہوتا ہے یعنی میت کے لیے دوبارہ نماز نہیں بلکہ دعا کی گئی اسی اصول کے پیش نظر ہمارا دعویٰ ہے کہ زیر بحث حدیث کے الفاظ صلّٰی علیٌّ علیٰ جنازۃ بعد ما صُلِّیَ علیہا۔ کا یہی معنیٰ ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے میت پر نماز جنازہ ہو جانے کے بعد دعا مانگی، لہٰذا یہ حدیث دعا بعد نماز جنازہ کے لیے نص صریح ہے۔

ایک بھونڈا اور لنگڑا عذر عزیز علی شاہ ثابت حنفی دیوبندی نے اپنے رسالہ تحقیق الدعاء میں اس جگہ ایک بڑا نکما عذر پیش کیا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے

حنفیوں کے نزدیک نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے صرف ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اس نے خود نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور وہ پڑھنا چاہے تو نماز جنازہ

دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بھی اگر کسی جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھی ہے تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی خلافت کے زمانے میں تمام مسلمانوں کے ولی تھے، اس لیے ان کے لیے اس صورت میں نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھ لینا جائز تھا۔

رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ص ۹۸ شائع شدہ از انجمن اسلامیہ گکھڑ

وضاحت اس عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک ولی میت نے اگر نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو وہ دوبارہ پڑھا سکتا ہے اور علی مرتضیٰ بھی چونکہ بوجہ خلیفۃ المسلمین ہونے کے میت کے ولی تھے اس لیے آپ نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لی لہٰذا اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دوسری نماز جنازہ ثابت ہوتی ہے دعا نہیں۔

مذکورہ عذر کا پہلا رد معترض نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فقہ حنفی میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ ولی میت نے نہ پڑھی ہو تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ علی مرتضیٰ خلیفۂ وقت ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں بشمول میت کے ولی تھے اس لیے آپ دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے مجاز تھے آپ نے ایسا کرلیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو کتب فقہ سے کچھ واقفیت نہیں اگر ہے تو پھر تعصب کی وجہ سے دھوکہ دہی پہ وہ مجبور ہے۔ اس لیے کہ جملہ کتب فقہ میں کتاب الجنائز کے اندر ان افراد کی فہرست موجود ہے جو درجہ بدرجہ یکے بعد دیگرے نماز جنازہ میں امامت کے حقدار ہیں۔ ان میں سب سے پہلے سلطان یعنی خلیفۂ وقت کا ذکر ہے کہ وہ سب سے پہلے امامت کا حقدار ہے اس کے بعد قاضی اس کا حقدار ہے پھر علاقہ یا محلہ کا امام مسجد اور پھر ولی میت اس کا حقدار ہے اور ولی میت سے مراد میت کا قریبی رشتہ دار ہے یعنی باپ بیٹا بھائی چچا دادا وغیرہ یعنی جس طرح وراثت و نکاح میں

اقرب ولی سے ابعد ولی محجوب ہو جاتا ہے یہی امامتِ نمازِ جنازہ کا حال ہے دیکھیے۔

ہدایہ أَوْلَى النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ السُّلْطَانُ إِنْ حَضَرَ، ..... فَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ فَالْقَاضِي لِأَنَّهُ صَاحِبُ الْوِلَايَةِ فَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ فَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ إِمَامِ الْحَيِّ ...... ثُمَّ الْوَلِيُّ وَالْأَوْلِيَاءُ عَلَى التَّرْتِيبِ الْمَذْكُورِ فِي النِّكَاحِ۔

ترجمہ:۔ میت پر نماز پڑھنے کے لیے لوگوں میں سب سے حقدار سلطانِ وقت ہے اگر وہ موجود ہو۔ نہیں تو قاضیٔ وقت۔ اگر موجود ہو۔ اگر قاضی بھی موجود نہیں تو محلہ کا امام حقدار ہے اگر وہ بھی نہ ہو تو میت کا ولی حقدار ہے اور اولیاء کی ترتیب نکاح والی ملحوظ ہے۔

اس عبارت سے کم فہم کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خلیفۂ وقت اور ہے اور ولیِ میت اور، اگر سلطان بھی ولیِ میت کے زمرہ میں داخل ہے تو پھر کتبِ فقہ میں موجود مذکورہ ترتیب کا کیا معنیٰ ہے۔

اس لیے سلطان کو بھی ولی میت بنانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

مذکورہ عذر کا دوسرا رد حدیث میں مذکور واقعہ میں یہ کہیں نہیں ہے کہ علی مرتضیٰ نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے نماز لوٹائی۔ یا یہ کہ آپ اس وقت خلیفۂ وقت تھے۔ معترض پہلے یہ تو ثابت کرے کہ واقعۃً آپ اس وقت خلیفہ تھے بھی۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے معترض کے اس عذر کی کوئی بنیاد ہی نہ رہی۔

مذکورہ عذر کا تیسرا رد کتبِ فقہ میں یہ بصراحت موجود ہے کہ جب ولیِ میت نے نمازِ جنازہ پڑھالی ہو تو کوئی بھی شخص دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا خواہ وہ سلطانِ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

کنز الدقائق وَفِي السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ قَوْلُهُ فَإِنْ صَلَّى الْوَلِيُّ عَلَيْهِ لَمْ يَجُزْ أَنْ يُّصَلِّيَ أَحَدٌ بَعْدَهُ يَعْنِي سُلْطَانًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ فَفِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى تَقْدِيمِ حَقِّ الْوَلِيِّ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ جَوَّزَ لَهُ الْإِعَادَةَ وَلَمْ يُجَوِّزْ لِلسُّلْطَانِ إِذَا صَلَّى الْوَلِيُّ فَافْهَمْ۔

(کنز الدقائق شرح البحر الرائق ص ۱۸۲ جلد دوم)

ترجمہ:۔ السراج الوہاج میں ہے۔ جب میت پر ولی نماز پڑھ لے تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کے بعد نماز پڑھے یعنی سلطان یا سلطان کا غیر۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ ولی کا حق مقدم ہے اس لیے کہ ولی کو نماز لوٹانے کا حق دیا گیا ہے مگر جب ولی نمازِ جنازہ پڑھ چکا ہو تو سلطان کو لوٹانے کا حق نہیں دیا گیا۔

حاشیہ ابن عابدین علی البحر وَلَا دَلَالَةَ فِي ذٰلِكَ عَلَى أَنَّ لَهُمُ الْإِعَادَةَ إِذَا صَلَّى الْوَلِيُّ لِأَنَّ وِلَايَةَ السُّلْطَانِ وَنَحْوِهِ لِوُجُوبِ تَعْظِيمِهِ، وَلِأَنَّ فِي التَّقَدُّمِ عَلَيْهِ ازْدِرَاءً بِهِ لَا لِكَوْنِ الْحَقِّ لَهُمْ بَلِ الْحَقُّ إِنَّمَا هُوَ لِلْوَلِيِّ وَتَقَدُّمُهُمْ عَلَيْهِ لِعَارِضٍ فَإِذَا صَلَّى صَاحِبُ الْحَقِّ وَلَمْ يُرَاعِ حُرْمَتَهُمْ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ حَقُّ الْإِعَادَةِ۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق (علامہ ابن عابدین) ص ۱۸۲ جلد دوم)

ترجمہ:۔ اس میں دلالت نہیں کہ انہیں (یعنی سلطان اور قاضی کو) نماز لوٹانے کا حق ہے جب کہ ولی نے نماز پڑھالی ہو، اس لیے کہ سلطان کے لیے ولایتِ نماز اس کی تعظیم کے پیشِ نظر ہے اس لیے نہیں کہ نماز

پڑھانے کا دراصل انہیں ہی حق تھا بلکہ حق صرف ولی کا ہے قاضی و سلطان کا مقدم ہونا ایک عارضہ کے سبب تھا لیکن جب صاحب حق ولی میت نے اس کا لحاظ نہ رکھا اور نماز جنازہ پڑھا لی تو اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ اب وہ (یعنی سلطان وغیرہ) نماز کو لوٹائیں یعنی دوبارہ نماز جنازہ پڑھائیں۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا فیصلہ

بہشتی گوہر حصہ یازدھم بہشتی زیور میں ہے اسی طرح اگر ولی میت کے بحالت نہ موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھا دی ہے تو بادشاہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی میت بحالت موجود ہونے بادشاہ وقت وغیرہ کے نماز پڑھ لے تب بھی بادشاہ وقت وغیرہ کا اختیار نہیں ہوگا۔ الخ

بہشتی گوہر ص۵۸ مطبع مکہ پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور۔

چیلنج

جو شخص اپنے آپ کو احناف میں سے شمار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ زیر بحث حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک میت پر نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تب علی مرتضیٰ نے بحیثیت خلیفہ و سلطان ہونے کے دوبارہ نماز پڑھائی، وہ پہلے یہ ثابت کرے کہ پہلی نماز جنازہ ولی میت نے نہ پڑھی تھی، اس لیے کہ جب ولی میت نماز پڑھ چکا ہو تو کسی سلطانِ وقت کو بھی دوبارہ پڑھانے کا اختیار نہیں ہوتا۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ تمام معترضین مل کر بھی یہ امر ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ پہلے یہی ثابت نہیں کہ آپ اس وقت خلیفہ تھے بھی یا نہیں۔ فأتوا برهانكم إن كنتم صادقين۔

حاصل کلام

خلاصہ یہ ہوا کہ زیر بحث حدیث مبارکہ کا صرف اور صرف یہ معنیٰ ہے کہ علی مرتضیٰ نے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد دعا کی۔ اور یہی ہم اہل سنت جماعت کا مسلک ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کے بعد اکثر دعا مانگا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶، الجوہر النقی

عَنْ نَافِعٍ قَالَ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ إِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَقَدْ صُلِّيَ عَلَيْهِ دَعَا وَانْصَرَفَ وَلَمْ يُعِدِ الصَّلٰوةَ۔

(الجوہر النقی جلد چہارم ص۴۸ فی ذیل السنن البیہقی باب الصلوٰۃ علی قبر)

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ کے لیے آتے اور نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو دعا کرتے اور واپس ہو جاتے تھے دوبارہ نماز نہیں پڑھواتے تھے۔

اس حدیث سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ اگر اس وقت آپ جنازہ گاہ میں پہنچے جب لوگ نماز جنازہ پڑھ چکے ہوتے تو آپ دعا کرتے اور واپس آجاتے تھے۔ معلوم ہوا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی عظمت و اتباع سنت

کتب سیرت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ایک جگہ دو چکر لگا کر بیٹھ گئی اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی وہاں تشریف لاتے اپنی اونٹنی کو اسی جگہ دو بار گھما کر بٹھلاتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر تحقیق فرماتے تھے کہ کہاں کہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھی ہے تو اسی جگہ پر نماز پڑھتے تھے کھڑے ہو کر دعا کی ہے تو وہاں کھڑے ہو کر دعا

کرتے تھے اور کہاں بیٹھ کر دعا کی ہے تو وہاں بیٹھ کر دعا کرتے تھے بلکہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

مَا کَانَ اَحَدٌ یَتَّبِعُ آثَارَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنَازِلِہٖ - کَمَا کَانَ یَتَّبِعُہٗ ابْنُ عُمَرَ ،

یعنی ہر موقع و مکان میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار کی اتباع جس طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے ایسی کسی نے اتباع نہیں کی۔

(رجال حول الرسول ص۷۹ (عبداللہ بن عمرؓ) تالیف شیخ خالد محمد خالد مصری)

اندازہ لگائیے جب اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جہاں نبی کریم نے کھڑے ہو کر دعا کی وہاں آپ کھڑے ہو کر اور جہاں بیٹھ کر کی تھی وہاں بیٹھ کر دعا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کہیں کہ نماز جنازہ کے بعد آپ کا دعا فرمانا بھی اس لیے تھا کہ نبی علیہ السلام کو نماز جنازہ کے بعد دعا کرتے دیکھا تھا۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد دعا مانگی۔

حدیث نمبر۷ المبسوط وبدائع الصنائع

وَلَنَا مَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّہُمَا فَاتَتْہُمَا الصَّلٰوۃُ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا حَضَرَا مَا زَادَا عَلَی الْاِسْتِغْفَارِ لَہٗ۔

(۱) المبسوط للسرخسی جلد دوم ص۶۷ طبع مصر۔

(۲) بدائع الصنائع جلد اول ص۳۱۱ طبع بیروت، تصنیف ملک العلماء علامہ علاء الدین کاسانیؒ

ترجمہ: ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ دونوں ایک میت کی نماز جنازہ سے پیچھے رہ گئے جب وہ آئے تو دعا استغفار سے زائد کچھ نہ کیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ نماز جنازہ ہو چکی تھی کہ ابن عباس اور ابن عمر یہ دونوں عظیم النسب اور جلیل القدر صحابی آئے اور دعا و استغفار کی مگر نماز جنازہ نہ دہرائی۔ جب کہ حضرت ابن عمر کے متعلق تو ہم اس سے پہلے والی حدیث میں بیان کر چکے ہیں کہ صرف ایک بار کی بات نہیں بلکہ آپ کی یہ سیرت تھی کہ اگر آپ اس وقت پہنچتے جب نماز ہو چکی ہوتی (جیسا کہ مبسوط اور بدائع کی اس روایت میں ہے) تو دعا کر کے لوٹ جاتے، معلوم ہوا مبسوط و بدائع کی زیر نظر روایت بھی مثل سابق نماز جنازہ سے متصلاً بعد کے متعلق ہے جیسا کہ ان روایات کے الفاظ بتلا رہے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دعا کا جائز ہونا اور دعا کرنا صحابہ کا عقیدہ اور عمل ہے۔

نماز جنازہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق اور ان کے ساتھیوں کو دعا مانگنے کا حکم دیا۔

حدیث نمبر۸ بدائع الصنائع

وَلَنَا مَا رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَمَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ۔

(بدائع الصنائع جلد اول ص۳۱۱ طبع مصر (صلوٰۃ الجنازہ)

ترجمہ:۔ ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمر فاروق آ گئے اور ان کے ساتھ ایک قوم تھی۔ عمر فاروق نے ارادہ کیا کہ (اپنی قوم کے ساتھ مل کر) دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا جنازہ پر جب ایک بار نماز پڑھ لی جائے تو دھرائی نہیں جاتی۔ مگر تم میت کے لیے دعا کر لو اور استغفار کر لو۔

ثابت ہوا عمر فاروق اور ایک قوم نے مل کر میت کے لیے اجتماعی طور پر دعا کی اور یہ اس وقت کی جب کہ ابھی ابھی نماز جنازہ سے سلام پھیرا گیا تھا۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں صلی علی جنازۃ فلما فرغ، یعنی نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھی اور ابھی فارغ ہوئے تھے کہ عمر فاروق اپنی جماعت کے ساتھ آ گئے۔ اور یہ بھی حدیث ہی بیان کر رہی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد یہ اجتماعی دعا نبی علیہ السلام کے حکم سے کی گئی،

قابل غور بات

اگرچہ حدیث کے الفاظ اس بات سے خاموش ہیں مگر عقل سلیم اس بات کو سمجھ رہا ہے جو الفاظ میں نہیں آ سکی،

وہ یہ جب کہ جب عمر فاروق اور آپ کے ساتھ والی قوم کے لوگ دعا کر رہے تھے تو جن صحابہ نے نماز پڑھ لی تھی کیا وہ ہاتھوں کو لٹکائے دعا کرنے والوں کا صرف منہ تک رہے تھے، یہ بات تو ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو نیکی اور عبادت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے تھے نہیں نہیں! بلکہ جنہوں نے نماز پڑھ لی تھی وہ بھی اس دعا میں شامل ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام سے غریب صحابہ نے شکایت کی کہ امیر لوگ تو صدقات و انفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے بڑے مرتبے لے جائیں گے جن سے ہم غریب لوگ محروم رہ جائیں گے نبی کریم نے ہر نماز کے بعد کرنے کو ایک ذکر سکھلایا اور اس پر اجر عظیم کی بشارت سنائی

غریب صحابہ نے وہ ذکر شروع کر دیا مالدار صحابہ کرام نے انہیں ایسا کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی وہی ذکر کرنا شروع کر دیا غریب صحابہ نے پھر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ امیروں نے بھی یہی ذکر شروع کر دیا ہے تب آپ نے فرمایا کہ مال اللہ کی نعمت ہے جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے۔

جب ذکر خدا میں صحابہ کرام یوں ایک دوسرے پر رشک کرنے والے تھے تو کس طرح ممکن ہے کہ نماز پڑھ لینے والوں نے بعد والی دعا میں شمولیت نہ کی ہو بلکہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ امور ہمیں واضح نظر آتے ہیں۔

(۱) اسلام اجتماعی عبادت اور دعا و ذکر کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ میں باب الدعوات کے ضمن ایسی احادیث موجود ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھے ہو کر دعا کرنے کو اقرب الی الاستجاب فرمایا ہے۔

(۲) صحابہ کرام ہر نیکی میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش میں رہتے تھے جیسا کہ بیان کیا گیا۔ اور اس کی کثیر امثلہ کتب حدیث میں ملتی ہیں۔

(۳) قرآن کریم کا حکم ہے کہ نبی سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو چنانچہ اسی طرح جب صدیق اکبر نماز پڑھا رہے تھے اور نبی اکرم مسجد میں تشریف لائے تو صدیق اکبر پیچھے ہٹ گئے اس لیے کہ آپ کی موجودگی میں صدیق اکبر کا مصلیٰ امامت پر ٹھہرے رہنا خلاف ادب جانا تو کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عمر آپ کی موجودگی میں بڑھ کر دعا کریں۔

ان باتوں کے پیش نظر ہم کہتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور عمر فاروق اور ایک قوم نے دعا مانگی تھی اور جن صحابہ نے نماز پڑھ لی تھی وہ بھی موجود تھے اور دعا میں بے حد رغبت رکھتے تھے اور نبی سے آگے بڑھنا بھی بحکم قرآن ممنوع ہے تو ضروری طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ نبی علیہ السلام نے اس وقت دعا کی اور سب نے

Scanned with CamScanner

مل کر آپ کے ساتھ دعا کی۔

یاد رہے زیر بحث حدیث سے قبل والی دو احادیث کے ضمن میں بھی یہی مذکورہ بالا تقریر کی جاسکتی ہے۔ کہ جب نماز جنازہ سے لوگ فارغ ہوئے اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس آئے اور انہوں نے دعا کی تو یقیناً دیگر صحابہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے۔

عمر فاروق کے جنازہ سے عبداللہ بن سلام رہ گئے تو فرمایا مجھے دعا ہی میں شامل کر لو۔

حدیث نمبر ۱۹ المبسوط وبدائع الصنائع وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ عَلٰى جَنَازَةِ عُمَرَ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ اِنْ سَبَقْتُمُوْنِيْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالدُّعَاءِ لَهٗ

(۱) المبسوط للسرخسی ص۶۷ جلد دوم طبع مصر (باب غسل المیت)

(۲) بدائع الصنائع جلد اول ص۳۱۱ طبع بیروت (صلوٰۃ الجنازہ)

ترجمہ: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے رہ گئے، جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا اگر تم نماز میں مجھ سے آگے نکل گئے ہو تو عمرؓ کے لیے دعا کرتے ہیں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو (یعنی اس میں تو مجھے شامل کر لو)

یہ تھا اس حدیث مبارکہ کا لفظی ترجمہ، جس سے چند امور واضح ہوئے۔

(۱) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کی شان میں قرآن کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں نماز جنازہ کے بعد دعا کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کا بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں۔

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نماز جنازہ کے بعد صحابہ کرام نے دعا مانگی تھی، جس میں شرکت کے لیے عبداللہ بن سلام پکار رہے ہیں کہ اے صحابہ کرام! اگر نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا تو ٹھہر و مجھے دعا میں تو شریک ہو لینے دو۔

(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا یہ صحابہ کرام کے عہد میں رائج تھا اور وہ بھی دور فاروقی میں جو تاریخ اسلام کا زریں ترین دور ہے۔

(۴) نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پالو گے یہ حدیث اہل سنت کی صحاح ستہ کے علاوہ شیعہ مذہب کی کتب حدیث میں بھی موجود ہے، جب ایک صحابی کی اتباع ہدایت کا سیدھا راستہ ہے تو جب تمام صحابہ ایک عمل پر متفق ہوں، اس کے جائز اور مستحسن ہونے میں کیا شک رہتا ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کے بعد صحابہ کرام کے دعا کرنے سے معلوم ہوا۔ اس عمل پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے جس کی حجیت کا منکر گمراہ ہے۔ چونکہ مذکورہ احادیث ہم نے مبسوط اور بدائع سے نقل کی ہیں اس لیے وضاحت کی خاطر ہم مبسوط اور اس کے مصنف کا فقہی اور علمی مقام بھی بتلانا چاہتا ہیں تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

مبسوط کا فقہی مقام علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں وَاعْلَمْ اَنَّ مِنْ كُتُبِ مَسَائِلِ الْاُصُوْلِ كِتَابَ الْكَافِيْ لِلْحَاكِمِ الشَّهِيْدِ وَهُوَ كِتَابٌ مُعْتَمَدٌ فِيْ نَقْلِ الْمَذْهَبِ، شَرَحَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمَشَائِخِ، مِنْهُمُ الْاِمَامُ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرْخَسِيُّ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ بِمَبْسُوْطِ السَّرْخَسِيِّ، قَالَ الْعَلَّامَةُ الطَّرَسُوْسِيُّ مَبْسُوْطُ السَّرْخَسِيِّ

لَا یُعْمَلُ بِمَا یُخَالِفُہٗ، وَلَا یُرْکَنُ اِلَّا اِلَیْہِ وَلَا یُفْتٰی وَلَا یُعَوَّلُ اِلَّا اِلَیْہِ۔

ردالمحتار جلد اول ص ۶۹ تا ص ۷ طبع مصر ۱۳۸۶ھ (مقدمہ)

ترجمہ:۔ یہ جان لو کہ اصولی مسائل سے متعلق کتب میں سے ایک کتاب الکافی مصنفہ حاکم شہید کی ہے، مذہب حنفی کی ترجمانی کے لیے یہ معتمد کتاب ہے، مشائخ کی ایک جماعت نے اس کی شروح لکھی ہیں جن میں سے امام شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمہ ہیں جن کی شرح "مبسوط سرخسی" کے نام سے مشہور ہے، علامہ طرسوسی نے کہا امام سرخسی کی مبسوط کے خلاف کسی فتویٰ پر عمل نہ کیا جائے اور اختلاف کے وقت اسی کا سہارا لینا چاہیئے اس کے سوا کے ساتھ فتویٰ نہیں دینا چاہیئے اور فتویٰ دینے کے لیے اس کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیئے۔

مبسوط کے مصنف کا مقام علمی

متأخرین احناف نے فقہ حنفیہ کے فقہاء کو ان کے علمی اور فقہی مراتب کے پیش نظر سات یا سات سے زائد طبقات میں تقسیم کیا ہے جن میں سے طبقہ ثالثہ کے متعلق ردالمحتار میں یوں مذکور ہے کہ یہ وہ طبقہ فقہاء ہے جو مجتہدین فی المسائل کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے ابوبکر خصاف، امام طحاوی ابوالحسن کرخی شمس الائمہ حلوانی شمس الائمہ سرخسی اور قاضی خان وغیرہ۔

اسی طرح بدائع الصنائع کا فقہ حنفی میں بلند ترین مقام ہے اور اس کے مصنف علامہ کاسانی کو اپنے دور میں تمام علماء نے ملک العلماء کا خطاب دیا۔

دیوبندی مکتب فکر کے چند اعتراضات اور اُن کا جواب

پہلا اعتراض

سید عزیز شاہ ثابت حنفی دیوبندی اپنے رسالہ تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ میں گویا ہیں شمس الائمہ سرخسیؒ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ دلائل جو انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کے جواز کے متعلق دیے ہیں بیان کرتے ہیں . . . . . . پھر ان دلائل کا جواب دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی اپنے دلائل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں (اس کے بعد عزیز شاہ صاحب نے مبسوط کی عبارت لکھی ہے۔ رسالہ تحقیق الدعا بعد نماز جنازہ ص ۸۰ تا ۹۰

اس اعتراض کی وضاحت

اعتراض کرنے والا یہ کہنا چاہتا ہے کہ مبسوط کی جو احادیث دعا بعد نماز جنازہ کے جواز میں بریلویوں کی طرف سے پیش کی گئی ہیں وہ درحقیقت اس مقصد کے لیے علامہ سرخسیؒ نے بیان کی ہیں کہ نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھا جا سکتا ان کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ نماز کے بعد دعا نہ مانگنا چاہیئے کیونکہ علامہ سرخسی بحث ہی یہ کر رہے ہیں کہ آیا دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں۔ لہٰذا ان احادیث کا دعا بعد نماز جنازہ سے کوئی تعلق نہیں۔

جواب

ہمیں تسلیم ہے کہ دوبارہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر علامہ سرخسی نے زیر بحث احادیث بیان کی ہیں مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ احادیث کے الفاظ کیا ہیں؟ کیا الفاظ احادیث میں یہ بات ہے کہ نہیں۔ کہ نماز جنازہ کے بعد دوبارہ نماز تو نہیں ہو سکتی البتہ دعا مانگی جا سکتی ہے؟ چنانچہ احادیث گذشتہ اوراق میں لکھی جا چکی ہیں اور کتب میں اپنی جگہ موجود ہیں ہر شخص تسلی کر سکتا ہے۔ خصوصًا بدائع الصنائع کی اس حدیث کے یہ الفاظ زیادہ قابل غور ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ

یعنی نماز جنازہ کے بعد دوبارہ نماز نہیں پڑھی جا سکتی البتہ دعا کی جا سکتی ہے جب الفاظ اتنے واضح ہیں تو پھر مخالفین کو ایسے رکیک بہانے کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔

دوسرا اعتراض اعتراض آخر والی روایت کے متعلق ہے جس میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قول ان سبقتمونی الخ ہے اس اعتراض میں معترض نے چند بعید از قیاس احتمالات پیش کیے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت بھی حاضر ہوئے اسی دن یا دوسرے یا تیسرے دن آئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعاء مغفرت کر لی اور بس، اس سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ امام اور مقتدیوں کے سلام پھیرتے ہی جنازہ گاہ میں آ گئے تھے اور لوگوں کو پکار کر فرما رہے تھے کہ "تم مجھ سے دعا کرنے میں سبقت نہ کرو مجھے بھی دعا میں شامل کر لو" (حاشا وکلا) اس روایت کے یہ معنیٰ کرتے نہائیت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔

رسالہ تحقیق الدعاء ص ۹۴

وضاحت اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتراض کرنے والا کہہ رہا ہے کہ اے بریلویو! تم نے عبداللہ بن سلام کے اس قول سے دعا بعد نماز جنازہ کا جواز نکالا ہے جو آپ نے یوں فرمایا تھا کہ "اے لوگو اگر تم نے عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنے میں مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو دعا میں تو پیچھے نہ چھوڑو۔ مگر تمہارا یہ استدلال تب درست ہو سکتا ہے جب حدیث کے الفاظ یہ ہوں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ابھی ختم ہوئی تھی کہ عبداللہ بن سلام آ گئے تھے اور فرمانے لگے کہ ٹھہرنا! مجھے کم از کم دعا میں تو ضرور شامل کر لینا! حالانکہ الفاظ حدیث میں صرف یہ ہے کہ فاتته الصلوٰۃ علی عمر فلما حضر عبداللہ بن سلام سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی اور جب وہ پہنچے تو فرمایا۔ تم دعا میں مجھ سے آگے نہ بڑھو۔

اب بتلائیے حدیث میں تو صرف یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام جب آئے تو مذکورہ کلام فرمایا اور اس کا مطلب یہ بھی بن سکتا ہے کہ آپ نماز جنازہ سے دوسرے یا تیسرے دن بعد آئے اور مذکورہ ارشاد فرمایا اور اگر آپ دوسرے تیسرے دن آئے ہوں تو دعا بعد نماز جنازہ سے اس کا کیا تعلق باقی رہے گا لہٰذا اے بریلویو! تمہارا استدلال غلط۔

جواب اول جناب بندہ ہم نے ایک منٹ کے لیے آپ کی بات مان لی، کہ چلیے شاید یہی درست ہو گا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے دوسرے یا تیسرے روز بعد آئے تھے۔ مگر یہ مانیے کہ پھر مفہوم کچھ یوں بنے گا کہ گویا عبداللہ بن سلام کے آنے تک جناب عمر کو لوگوں نے دفن بھی کر دیا تھا اور ہزار ہا دعائیں ہزار ہا لوگ دفن سے قبل بھی اور دفن کے بعد بھی قبر پر مانگ چکے تھے جب عبداللہ بن سلام کے آنے سے پہلے تین دن مسلسل ہزار ہا دعائیں کی جا چکی تھیں تو بتلائیے! پھر جناب عبداللہ کے اس ارشاد (ان سبقتمونی بالصلوٰۃ الخ) یعنی اگر تم نے نماز میں مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو دعا میں کبھی مجھ سے آگے نہ بڑھو" کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے۔

مثلاً ایک شخص نے سفر کی تیاری بھی پہلے کی اور سفر کی کئی منزلیں طے کر لیں اب کوئی دوسرا شخص جس نے رخت سفر ہی نہ باندھا تھا وہ کئی منزلیں طے کر جانے والے سے کیسے یہ کہہ سکتا ہے کہ تو نے سفر کی تیاری مجھ سے پہلے کی، مگر سفر میں تو مجھ سے پہلے نہ کر۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام عمر فاروق کے جنازہ میں شامل ہی نہ ہوئے تھے اب اگر ان کا آنا بھی تیسرے دن بعد فرض کیا جائے جب تک لوگ ہزاروں بار دعا کر چکے تھے اس وقت ان کے مذکورہ ارشاد کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے۔

لہٰذا دیوبندی صاحب نے جو احتمال معنیٰ حدیث میں نکالا ہے قطعی بعید از قیاس ہے۔

جواب دوم بدائع الصنائع میں عبداللہ بن سلام کے اس قول کو اس حدیث کے ساتھ متصلاً بیان کیا گیا ہے جس میں ہے کہ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَآءَ عُمَرُ، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی اور جب فارغ ہوئے تو عمر فاروق آ گئے چنانچہ آپؐ نے انہیں دعا مانگنے کا حکم فرمایا۔

اس اتصال سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عمر فاروق نماز جنازہ ختم ہوتے ہی آ گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا مانگنے کا حکم دیا تھا اسی طرح عبداللہؓ بن سلام رضی اللہ عنہ نماز جنازہ ختم ہوتے ہی آ گئے تھے اور زیر بحث قول ارشاد فرمایا۔

جواب سوم فقہاء کرام نے اپنی کتب میں عبداللہ بن سلامؓ زیر بحث ارشاد، اس بات کی دلیل کے لیے پیش کیا ہے کہ دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی جا سکتی البتہ نماز کے بعد دعا مانگی جا سکتی ہے۔ اور چونکہ اس پر تمام مذاہب فقہ کا اتفاق ہے کہ بغیر نماز جنازہ پڑھے مردہ دفن کر دیا جائے تو قبر پر نماز پڑھنی چاہیئے اور اگر نماز پڑھ کر دفن ہو تو قبر پر نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس لیے اگر یہ فرض کیا جائے کہ عبداللہ بن سلام نے یہ قول، عمر فاروق کو دفن کیئے جانے سے دوسرے تیسرے روز بعد فرمایا تھا، تو پھر فقہ کے اس قول کو دوبارہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر پیش کرنے کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہ جاتا۔

معلوم ہوتا ہے یہ اعتراض کرتے والا اعتراض کرتے وقت غیر حاضر دماغ تھا، لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے دعا میں شمولیت کی تمنا نماز جنازہ کے فوراً بعد کی تھی اور مذکورہ قول ارشاد فرمایا تھا۔ اس لیے دعا بعد نماز جنازہ سنت صحابہ اور کار ثواب ہے۔

تیسرا اعتراض سید عزیز شاہ ثابت دیوبندی لکھتے ہیں۔ وجہ اول، تو یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے تو ان کو یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی جس صورت میں کہ وہ نماز جنازہ کے بعد دفن میت سے قبل دعاء، استغفار کرنا جائز سمجھتے تھے، تو وہ دوسرے لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد بھی انفرادی طور پر کر سکتے تھے اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ اجتماعی رنگ میں دعا مانگنا چاہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ کو ان لوگوں کے دعا کر لینے کے بعد اجتماعی صورت میں دعا کرنے سے کیا چیز مانع تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو اسی دعا میں شامل ہونے کی ضرورت پیش آ گئی۔ کیا ان کو اس دعا میں بھی یہ خدشہ دامنگیر تھا کہ کہیں یہ دعا بھی نماز جنازہ کی طرح فوت نہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ گاہ میں آ چکے تھے تو پھر بھی ان کو یہ الفاظ فرمانے کی ضرورت نہیں تھی وہ خاموشی کے ساتھ دوسرے اصحاب کے ساتھ شامل ہو کر دعا و استغفار کر سکتے تھے نہ تو نمائش کی ضرورت تھی نہ صف بندی کی حاجت تھی۔ (رسالہ تحقیق الدعا ص ۹۴)

وضاحت معترض کا مقصد یہ ہے کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ عبداللہ بن سلام اس وقت آئے تھے جب لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے فارغ ہو چکے تھے اور دعا مانگنے والے تھے یا مانگ رہے تھے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ عبداللہ بن سلام جنازہ گاہ سے قریب تھے یا دور۔ اگر دور تھے تو بھی انہیں مذکورہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی (یعنی ان سبقتموانی بالصلوٰۃ) کیونکہ اگر ان کے نزدیک دعا بعد جنازہ جائز تھی تو خواہ لوگ دعا کر کے فارغ ہو جاتے وہ اپنے طور پر اکیلے ہی دعا مانگ سکتے تھے اور اگر ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ جو اجتماعی طور پر دعا مانگ رہے ہیں یا مانگنے والے ہیں اس میں شرکت کر لوں۔ تو بھی انہیں خاموش ہی

رہنا چاہیے تھا کیونکہ وہ جنازہ گاہ میں اگر لوگوں سے کہہ سکتے تھے کہ دوبارہ دعا مانگ لیں اور یوں وہ دوبارہ کی جانے والی اجتماعی دعا میں شرکت کر سکتے تھے ۔ یہ معاملہ اس وقت ہے جب یہ فرض کیا جائے کہ عبداللہ بن سلام جنازہ گاہ سے دور تھے ۔ اور اگر یہ فرض کریں کہ وہ قریب آچکے تھے جنازہ گاہ میں پہنچ چکے تھے تو ان کے اس ارشاد کی کوئی ضرورت ہی سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ پھر تو وہ خاموشی کے ساتھ لوگوں کے ساتھ دعا میں شامل ہو سکتے تھے ۔

جواب اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عبداللہ بن سلام نے مذکورہ ارشاد فرمایا تھا مگر تمہاری تقریر سے ثابت ہوا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی نہ تھا جناب بندہ! قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے جس وقت زیر بحث کلمات ارشاد فرمائے اس وقت وہ جنازہ گاہ سے کچھ دور تھے اور چونکہ چاہتے تھے کہ لوگ نماز جنازہ کے بعد جو اجتماعی دعا مانگ رہے ہیں اس میں شامل ہو جائیں اس لیے کہ انفرادی دعا کے بجائے اجتماعی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ۔

اور ممکن تھا کہ آپ کے آنے تک لوگ دعا مانگ کر منتشر ہو جاتے اور اجتماعی دعا کا مقصد فوت ہو جاتا اور چونکہ جتنے لوگ زیادہ جمع ہو کر دعا کریں دعا میں اتنا ہی اثر زیادہ ہوتا ہے اور ممکن تھا کہ اگر سارے لوگ نہ بھی منتشر ہوتے تو بھی کچھ نہ کچھ کم ہو جاتے اور کچھ چلے جاتے اور صحابہ حصول ثواب میں بہت زیادہ حریص تھے اس لیے عبداللہ نے دور ہی سے فرمایا کہ لوگو! اگر تم نے نماز جنازہ میں پیچھے چھوڑ دیا ہے تو دعا میں تو پیچھے نہ چھوڑو! ٹھہرو مجھے بھی شامل ہو لینے دو ۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمام لوگ موجود رہتے بھی یا فی الواقع موجود رہے تھے بھی ۔ تو اس کے باوجود نماز جنازہ کے بعد بار بار دعا کرنا آپ نے ناپسند جانا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے اس لیے آپ نے پہلی بار کی جانے والی دعا

ایک اچھی حرکت

دیو بندی صاحب نے حضرت عبداللہ بن سلام کے مذکورہ ارشاد کی ایک عجیب و غریب توجیہہ کی ہے جو مضحکہ خیز بھی ہے اور افسوس ناک بھی، جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ اپنے زعماء کی اندھی پیروی میں تمام تر علم و دیانت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

پھر اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ تم میرے ساتھ شامل ہو کر دعا کرنے میں سبقت نہ کرو کیونکہ تم نماز جنازہ میں سبقت کر چکے ہو اور نماز جنازہ دعا للمیت ہے، اس لیے تمہیں میرے ساتھ مل کر دعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ صـ ۹۵

تبصرہ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ! اور اگر آپ نے یہ ارشاد نماز جنازہ کے بعد فرمایا تو پھر مذکورہ عبارت کے لکھنے والے سے ہم سوال کرتے ہیں کہ بتلائیے حضرت عبداللہ نے یہ ارشاد حضرت عمر کی نماز جنازہ کے بعد فرمایا تھا یا ان کے دفن کرنے کے بعد ۔ اگر دفن کرنے کے بعد فرمایا ہے تو گویا آپ نے یہ فرمایا کہ تم لوگ،

پہلے نماز جنازہ جو پڑھ چکے ہو اب صرف مجھے ہی دعا کرنے دو، تمہیں اب میرے ساتھ شامل ہونے کی ضرورت نہیں گویا آپ نے دفن کے بعد تمام لوگوں کو دعا سے منع کر دیا معاذ اللہ۔ اور اگر حضرت عبداللہ بن سلام اس وقت پہنچے جب حضرت عمر کی نماز جنازہ ہو چکی تھی تو آپ نے دعا کا ارادہ کیا اور دیگر صحابہ نے بھی ان کے ساتھ شرکت کرنا چاہی جس پر آپ نے فرمایا تم لوگ تو پہلے ہی نماز جنازہ پڑھ چکے ہو اب میرے ساتھ دعا میں کیوں شامل ہوتے ہو یہ تو صرف مجھے ہی مانگ لینے دو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

احتمال اول اور دوم دونوں ہی بعید از قیاس وعقل و دیانت اور حضرت عبداللہ بن سلام صحابی رسول پر ایک غلیظ طعن ہیں۔ احتمال اول پر تو لازم آیا کہ حضرت عمرؓ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ نے سب لوگوں کو دعا سے باز کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ تم لوگ پہلے جنازہ پڑھ چکے اور جو نماز جنازہ پڑھ چکے اسے بعد از دفن دعا کرنے کی ضرورت نہیں اور اسے روکنا چاہیئے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ کی سیرت طیبہ ہی یہ ہے کہ آپ نماز جنازہ بھی پڑھا کرتے اور دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا بھی مانگا کرتے تھے حضرت عبداللہ نے نماز جنازہ کے بعد پہنچنے پر دعا کرنا چاہی اور یہ آپ کے نزدیک جائز تھی اور صحابہ نے آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہا اور ان کے نزدیک بھی یہ عمل جائز تھا تاہم احتمال دوم سے لازم آیا کہ عبداللہؓ نے جب لوگوں کو اپنے ساتھ دعا میں شامل ہوتے دیکھا تو حسد آگیا اور یہ خیال بھی نہ کیا کہ اجتماعی دعائیں کتنی برکت ہوتی ہے اور دعا جو عبادت کا مغز ہے اس سے لوگوں کو روکنا کتنا عظیم جرم ہے۔ کیا یہ حضرت عبداللہ بن سلام کی ذات پر گندہ الزام اور غلیظ طعن نہیں ہے۔

لہذا دیوبندی مولوی صاحب کی مذکورہ عبارت سراسر روح اسلام کے

منافی ہے اور حقیقت وہی ہے جو اہل سنت نے حضرت عبداللہ کے اس ارشاد سے سمجھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے نماز جنازہ کے بعد جب صحابہ نے دعا مانگنا چاہی تو حضرت عبداللہ آ گئے اور فرمایا کہ ٹھہرو نماز جنازہ میں تم مجھے پیچھے چھوڑ گئے دعا میں تو نہ چھوڑو مجھے شامل ہو لینے دو۔

سرفراز صاحب گکھڑوی کی جاہلانہ بات | حضرت عبداللہ بن سلام کے مذکورہ ارشاد کی تاویل کرتے ہوئے

سرفراز صاحب گکھڑوی نے کچھ یوں ٹھوکر کھائی ہے جسے نحو کا ابتدائی طالب علم بھی غلط کہے گا سچ ہے کہ بسا اوقات علم بھی حجاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اسی رسالہ تحقیق الدعاء کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے اس قول سے کہ ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ سے بھی فریق ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ تو حضرت عمرؓ کے جنازہ میں شامل نہ ہو سکنے پر حسرت کرتے ہوئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ حسن عقیدت اور گہرے تعلقات کا اظہار کرتے ہوئے صحابہ کرام سے یوں خطاب کرتے ہیں کہ اگر آپ حضرات نماز جنازہ میں مجھ سے سبقت کر چکے ہو تو حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کرنے کے بارے میں آپ مجھ سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے، کیونکہ میں ایسی کثیر اور پُر از اخلاص دعا کروں گا کہ جنازہ میں غیر حاضری کی تلافی ہو جائے گی، اس دعا میں آپ حضرات مجھ سے بڑھ نہیں سکتے۔

مقدمہ رسالہ تحقیق الدعاء از مولانا ابو الزاہد سرفراز صاحب گکھڑوی ص۱۸

تبصرہ | سرفراز صاحب نے جو کہا ہے وہ مفہوم میں بالکل واضح ہے جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں مختصراً یہ کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام کے مذکورہ ارشاد کے الفاظ میں سے فلا تسبقونی بالدعاء لہٗ سے ایسا الٹا سینہ زوری کرنے

کی کوشش کی ہے۔ اور اس کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر تم نماز جنازہ میں مجھ سے آگے نکلے ہو تو دعا میں آپ مجھ سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے۔

حالانکہ درس نظامی کے ابتدائی طلبا بھی جانتے ہیں کہ فلا تسبقونی جمع مذکر نہی حاضر معروف کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہے آپ لوگ مجھ سے آگے نہ بڑھو اور یہ کہ سرفراز صاحب کا بیان کردہ معنیٰ کہ "آپ مجھ سے ہرگز نہیں بڑھ سکتے" لَنۡ تَسۡبِقُوۡنِیۡ صیغہ نفی تاکید بلن ناصبہ معروف کا صرف بن سکتا ہے۔ مگر لا تسبقونی (جو کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہے) کا ترجمہ ہرگز نہیں بن سکتا۔

کیا مولانا سرفراز صاحب گکھڑوی کو نفی اور نہی کا امتیاز بھی نہیں ہے!

حالانکہ وہ تو شیخ الحدیث ہونے کے دعویدار ہیں دیوبندی مکتب فکر کا اگر کوئی زیر تعلیم طالب علم یہی بات کہتا جو مولانا سرفراز صاحب نے کہی ہے تو ہم اسے درس و تدریس کے سلسلہ میں طلباء کی معمول کی غلطی قرار دیتے مگر حیرت ہے کہ دیوبندی مکتب فکر کے ایک ذمہ دار شخصیت سے یہ فنی غلطی سرزد ہو رہی ہے۔

گر ہمین ست مکتب و ملا،
کار طفلان تمام خواهد شد

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے والے شخص کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شاباش دی

حدیث نمبر ۲: الکفایہ والعنایہ علی الھدایہ :- (وَالْبِدَایَةُ بِالثَّنَاءِ وَالصَّلٰوةِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةُ الدُّعَاءِ) تَحْصِیْلًا لِلْاِجَابَةِ فَاِنَّهٗ رُوِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا فَعَلَ هٰکَذَا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ فَقَدِ اسْتُجِیْبَ لَكَ۔

العنایہ علی الھدایہ ص۴۶ جلد اول حاشیہ فتح القدیر باب صلوٰۃ الجنازہ

ترجمہ: نماز جنازہ میں دعا سے پہلے حمد و ثناء الٰہی اور درود بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی سنت ہے تاکہ دعا قبول ہو چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو کر یوں ہی کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا۔ تم دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ ۱۲۔

جب کہ الکفایۃ علی الھدایۃ میں اسی جگہ باب صلوٰۃ الجنازہ میں یوں ہے۔

رُوِیَ اَنَّ رَجُلًا فَعَلَ هٰکَذَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ تُسْتَجَبْ لَكَ

الکفایہ علی الھدایہ جلد اول ص

یعنی روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے نماز کے بعد بھی یوں ہی کیا تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا اور فرمایا تم دعا کرو تمہاری دعا کو قبول کیا جائے گا

ناظرین کرام! اس روایت میں صاف صاف آگیا کہ جس طرح نماز جنازہ کے اندر، پہلے اللہ کی حمد پھر نبی علیہ السلام پر درود اور دعا کی جاتی ہے اسی طرح ایک شخص نے نماز جنازہ کے بعد بھی یوں ہی کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دعا کرو تمہاری دعا قبول ہوگی، اگر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا منع ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے روک دیتے اور منع فرمادیتے مگر بدنصیب مخالفین کو افسوس ہے کہ اے کاش آپ اسے منع فرمادیتے تو مسئلہ حل ہوجاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جو معنیً دعا ہے

حدیث نمبر ۲۱ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔

(۱) ابن ماجہ شریف ص۱۰۸۔

(۲) مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ باب المشی بالجنازۃ بفاتحۃ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر قرآن کریم کی سورہ فاتحہ پڑھی۔

اس حدیث کے تحت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعداز نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانچہ الآن متعارف است ۔ واللہ اعلم اشعۃ اللمعات ص۲۸۶ نمبر ۱۔

ترجمہ:۔ احتمال ہے کہ نبی صلی علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد یا اس سے قبل

بطور تبرک سورۃ فاتحہ پڑھی تھی جیسا کہ آج کل متعارف ہے۔

تبصرہ اس میں شک نہیں کہ ہمیشہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ہی متعارف ہے خواہ وہ دعا سورہ فاتحہ کی شکل میں ہو کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے خواہ کسی اور شکل میں اس لیے شیخ محقق کے الفاظ "بعداز نماز" ہی موافق ماحول ہیں اور "یا پیش ازاں"، کا مقصد صرف معنیٰ حدیث میں ایک مزید احتمال کا جواز بتلانا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کوئی نئی بات نہیں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی ایسا ہی معمول تھا۔ جب کہ گذشتہ اوراق میں ہم صحابہ کا یہ دعا مانگنا بتلا چکے ہیں معلوم ہوا دعا بعد نماز جنازہ شعار اہل اسلام میں سے ہے۔

فصل سوم

دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر چند نقلی دلائل اور احادیث سے استنباط و استخراج

دلیل نمبر ۱ مسلمان آدمی کے جسم سے روح کے پرواز کر جانے کے بعد اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں نماز جنازہ سے پہلے۔ نماز کے بعد دفن سے پہلے۔ اور دفن کرنے کے بعد۔ مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نماز سے قبل اور دفن کے بعد ہر طرح سے میت کے لیے دعا مانگنا جائز ہے مگر حیرت اس بات پر ہے کہ جب پہلی اور آخری حالت میں دعا جائز ہے تو درمیانی حالت میں دعا کیوں ممنوع ہو گئی؟ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

دلیل نمبر ۲ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا آتَاہُ اللّٰہُ مَا سَئَلَ اَوْ کَفَّ عَنْہُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَہٗ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۷۴ کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ۔

ترجمہ حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا جب بھی کوئی شخص کوئی بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ یا تو اسے اس کا مدعا عطا کر دیتا ہے یا اس کے (نفع) کے مطابق کوئی (ضرر رساں) تکلیف اس سے دور کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ شخص کسی

گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔

سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دلیل نمبر ۳ اِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ کَرِیْمٌ یَّسْتَحْیِیْ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَیْہِ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّھُمَا صِفْرًا خَائِبَتَیْنِ۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۹۵ کتاب الدعوات۔ باب ما جاء فی جامع الدعوات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے کرم والا ہے۔ وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کی طرف ہاتھ اٹھائے تو وہ انہیں نامراد اور خالی لوٹا دے۔

لہٰذا جب ہم نے دعا بعد جنازہ میں اپنے نبی کے ارشاد کے موافق میت کی مغفرت کیلئے اپنی بخشش وغیرہ کیلئے ہاتھ اٹھائے تو وہ حی و کریم یا تو ہمیں ہمارا مدعا دے دیگا یا ہم سے کوئی تکلیف دور کرے گا ہمارا عمل رائیگاں نہ گیا۔ مگر منکرین و مخالفین کو جنازہ کے بعد بھاگ جانے سے کیا حاصل ہوا وہ حدیث کے مذکورہ فوائد سے محروم رہے یا نہ رہے۔

دلیل نمبر ۴ نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِجَنَازَۃٍ لَمْ یَسْئَلْ عَنْ شَیْءٍ مِنْ عَمَلِ الرَّجُلِ اِلَّا اَنْ یَسْئَلَ عَنْ دَیْنِہٖ فَاِنْ قِیْلَ لَہٗ عَلَیْہِ دَیْنٌ کَفَّ عَنِ الصَّلٰوۃِ، وَاِنْ قِیْلَ لَیْسَ عَلَیْہِ دَیْنٌ صَلّٰی عَلَیْہِ، فَاُتِیَ بِجَنَازَۃٍ فَلَمَّا قَامَ سَئَلَ اَصْحَابَہٗ ھَلْ عَلٰی

صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ ؟ قَالُوا عَلَيْهِ دِينَارَانِ ، فَعَدَلَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ ، قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هُمَا عَلَيَّ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْهُمَا ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ يَا عَلِيُّ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ أَخِيكَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ إِلَّا وَهُوَ مُرْتَهَنٌ بِدَيْنِهِ ، فَمَنْ فَكَّ رِهَانَ مَيِّتٍ فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا لِعَلِيٍّ خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ عَامَّةً (ق)

(۱) کنز العمال جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۴۴ کتاب الرھن والسلم ۔ باب الترھیب عن الاستقراض (طبع بیروت)

(۲) فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۶۶ کتاب الاجارۃ باب ان احال دین المیت ۔

(۳) الترغیب والترھیب جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۳ بروایت دارقطنی ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ کے پاس کوئی جنازہ لایا جاتا تو میت کے تمام اعمال کو چھوڑ کر صرف اس کے قرضہ کے بارہ میں تحقیق فرماتے تھے ۔ اگر آپ کو بتلایا جاتا کہ اس پر قرض ہے (یعنی مرنے والے کے ذمہ کسی کا قرض ادا کرنا باقی تھا کہ مرگیا) تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے رک جاتے تھے ۔ اگر کہا جاتا کہ میت پر کوئی قرض نہیں ہے تو اس پر نماز پڑھتے تھے ۔ چنانچہ ایک بار ایک

جنازہ لایا گیا ۔ آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ سے پوچھا، کیا تمہارے ساتھی (میت) پر قرض تو نہیں ؟ کہنے لگے اس پر دو دینار کسی کے دینے باقی ہیں، نبی علیہ السلام ایک طرف ہٹ گئے اور فرمایا تم خود اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، میں نے (علی مرتضیٰ نے) عرض کی یا رسول اللہ، اس کے دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں اور اسے بری کرتا ہوں ۔ تب نبی علیہ السلام آگے بڑھے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی ۔ اور پھر فرمایا ۔ اے علی اللہ تجھے اس عمل کی بہتر جزا عطا فرمائے وہ تیری گردن آزاد کردے جس طرح تو نے اپنے بھائی کی گردن (قرض سے) آزاد کر دی، جو شخص قرض دار ہو کر مرے وہ اپنے قرضہ کے بدلہ عذاب میں پھنسا رہتا ہے لہٰذا جس نے کسی میت کی گردن آزاد کی (اس کا قرض ادا کر دیا) اللہ روز قیامت اس کی گردن آزاد کردے گا ۔ بعض لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ، یہ فرمان صرف حضرت علی کے لیے ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے، فرمایا تمام مسلمانوں کے لیے ہے ۔

نتیجہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام نے پہلے نماز جنازہ پڑھائی پھر نماز کے بعد مذکورہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے جو یہ تھے ۔

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَكَّ اللّٰهُ رِهَانَكَ كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ أَخِيكَ

اس کے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کو ایک عظیم امر خیر کی ترغیب دلائی ایک سوال کا جواب عطا فرمایا ۔ لہٰذا اس سے یہ امور ثابت ہو گئے ۔

(۱) نماز جنازہ کے بعد اگر کسی زندہ شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے تو مردہ کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہیئے ۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ بہ وقت ہی

میت کے لیے استغفار کا تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ مردہ پر نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہے اب اسے اندھیری قبر میں لٹایا جانے والا ہے ایسے وقت میں اگر زندہ کیلئے مغفرت کی دعا جائز ہے تو میت کے لیے کیوں جائز نہیں ہے دوسرا یہ کہ زندہ کی نسبت سے مردہ دعا کا زیادہ حقدار و مستحق ہے کیونکہ تمام اعمال منقطع ہو گئے اب کسی کی دعا ہی اس کے کام آسکتی ہے۔ جب حدیث کی رو سے کم استحقاق والے کے لیے یعنی زندہ کے لیے دعا ثابت ہے تو اس سے کہیں زیادہ مستحق میت کے لیے دعا کیوں جائز نہ ہو گی۔ کیا منکرین کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد زندوں کے لیے بے شک دعا کرو مگر مردہ کے لیے ہرگز نہ کرنا کہیں بے چارہ بخشا نہ جائے۔

نماز جنازہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر صحابہ نے دعائیہ کلمے دھرائے

دلیل نمبر ۵

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا فَصَلَّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ؟ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَيَرْحَمَهٗ وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ بَعْدَ عَمَلِهٖ اَوْ قَالَ صِيَامُهٗ بَعْدَ صِيَامِهٖ لَمَا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ۔

مشکوٰۃ شریف ص۴۵۱ باب استحباب المال والعمر للطاعۃ۔

ترجمہ:۔ عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ جوڑا (منہ بولا بھائی بنا دیا) ان دونوں میں سے ایک راہ خدا میں شہید ہو گیا۔ اور اس سے ایک جمعہ یا اس کے برابر کچھ دن بعد دوسرا بھی اپنی موت سے مر گیا، چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی، تو نبی علیہ السلام نے (نماز کے بعد) فرمایا تم نے (نماز میں) کیا پڑھا تھا؟ لوگوں نے عرض کی ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اس کی مغفرت فرما دے اس پر رحم کرے اور اسے اپنے بھائی کے ساتھ (جنت میں) جمع کر دے۔ یہ سن کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے بھائی کی شہادت کے بعد اس نے جو نمازیں پڑھی تھیں وہ کہاں گئیں اور جو دیگر نیک عمل کیے یا یہ فرمایا کہ جو روزے رکھے تھے وہ کہاں گئے؟ یقیناً ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

غور فرمائیں

(۱) اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ سے سلام پھیر کر صحابہ سے مذکورہ سوال فرمایا جیسا کہ "فقال النبی" کی فاء عاطفہ سے ظاہر ہے معلوم ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کرنا اور صحابہ کا جواب دینا اور دعائیہ کلمات کا دھرانا نماز جنازہ سے متصلاً بعد سلام پھیر کر تھا۔

(۲) صحابہ کرام کے الفاظ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر تھے کہ ہم نے یہ دعا کی اے اللہ اس میت کو بخش دے اس پر رحم فرما اور اسے اپنے بھائی سے ملا صحابہ کے یہ الفاظ دعا ہیں اور اگرچہ بظاہر نبی علیہ السلام کے جواب میں ہیں بباطن میت کے لیے دوبارہ دعا کا معنیٰ رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اگر نماز جنازہ کے بعد دعا کے متعلق نبی علیہ السلام کا سوال فرمانا صحابہ کا جواب دینا اور دعائیہ کلمات دھرانا پھر نبی علیہ السلام کا صحابہ کو ایک بلیغ وعظ

فرمانا جائز ہے تو دعا کیوں حرام اور ناجائز ٹھہری ؟ اس میں کونسی قباحت آداخل ہوئی ہے یقیناً وہ بھی جائز ہے۔

(۳) بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور یہ مکروہ ہے لہٰذا یہ دعا بھی مکروہ ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی علیہ السلام نے نمازِ جنازہ کے بعد سوال کیا صحابہ نے جواب دیا پھر نبی علیہ السلام نے بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو چاہیے کہ کہیں کہ نبی علیہ السلام نے بھی ایک مکروہ عمل کیا اور بلا وجہ دفن سے تاخیر کی (معاذ اللہ) صاف ثابت ہو گیا کہ کسی نیک مقصد کے لیے دفن سے تاخیر ہو تو وہ مکروہ نہیں بلا مقصد اور غیر معمولی تاخیر مکروہ ہے۔

یاد رہے یہ فائدہ اس سے قبل والی حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے نمازِ جنازہ کے بعد حضرت علی کے حق میں دعائیہ الفاظ ارشاد فرمائے اور لوگوں کو ایک مسئلہ سمجھایا اور انہیں سوال کا جواب دیا۔

استدراک

زیرِ نظر رسالہ غالباً سنہ ۱۹۷۶ء کے وسط میں کاتب کی کتابت کا مرحلہ طے کر چکا تھا۔ مگر کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے منصۂ شہود پر نہ آسکا۔ اس دوران ہمیں دعا بعد جنازہ کے جواز پر ایک دو نئے حوالہ جات دستیاب ہوئے۔ سو ہم نے انھیں بطورِ استدراک شاملِ اشاعت کر لینے کا فیصلہ کر لیا۔ جو درج ذیل ہیں۔

دلیل اوّل

حدیثِ ابنِ سَلَامؓ کے رُواۃ علم اسماء الرجال کے آئینہ میں

پچھلے صفحات میں دعا بعد جنازہ کے جواز پر وارد احادیث میں سے ایک حدیث صفحہ ۸۱ پر آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول جنازگاہ میں پہنچے۔ اور فرمایا اگر تم لوگوں نے مجھے نمازِ جنازہ میں شامل نہیں کیا تو دعا میں ہی شامل کر لو، دعا میں تو مجھے پیچھے نہ چھوڑو۔ یہ حدیث ہمیں کچھ مختلف الفاظ سے ایک اور جگہ ملی ہے۔ اور اس کے الفاظ سے وہ الجھنیں کافی حد تک دور ہو جائیں گی جو مخالفینِ دعا بعد جنازہ کو درپیش ہیں اور انھیں اس حدیث کو تسلیم کرنے سے مانع ہیں۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں:

الطبقات الکبریٰ لابنِ سعدؒ :-

قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا سَالِمُ الْمُرَادِيُّ

قَالَ اَخْبَرَنَا بَعْضُ اَصْحَابِنَا قَالَ جَاءَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَقَدْ صُلِّيَ عَلٰى عُمَرَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَئِنْ كُنْتُمْ سَبَقْتُمُوْنِيْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ لَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالثَّنَاءِ عَلَيْهِ فَقَامَ عِنْدَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ نِعْمَ اَخُو الْاِسْلَامِ كُنْتَ يَا عُمَرُ، جَوَادًا بِالْحَقِّ بَخِيْلًا بِالْبَاطِلِ. تَرْضٰى حِيْنَ الرِّضٰى وَتَغْضَبُ حِيْنَ الْغَضَبِ، عَفِيْفَ الطَّرْفِ طَيِّبَ الظَّرْفِ، لَمْ تَكُنْ مَدَّاحًا وَلَا مُغْتَابًا، ثُمَّ جَلَسَ.

(طبقات الکبریٰ للمحدث ابن سعدؒ۔ جلد ۳ ص ۳۶۹)

ترجمہ:۔

ابنِ سعدؒ کہتے ہیں ہمیں محمد بن عبید طنافسی نے خبردی کہتے ہیں ہمیں سالم مرادی نے تبلایا۔ سالم کہتے ہیں ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے خبردی کہ عبداللہ بن سلامؓ اُس وقت آتے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ ابھی پڑھا گیا تھا۔ آپ فرمانے لگے قسم بخدا، اگر تم نمازِ جنازہ پڑھنے میں تم مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو آپ پر ثنا۔ کرنے میں تو مجھ سے نہ بڑھو۔ اور ساتھ ہی آپ حضرت عمرؓ کی چارپائی (جنازہ) کے پاس کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے بڑے سخی اور باطل کے لئے بخیل۔ آپ رضارِ خداوندی کے موقع پر راضی ہوتے اور اللہ کی ناراضگی کے موقع پر ناراض، پاک دامن، صاف دِل، نہ خوشامدی نہ عیب جو۔ یہ کہہ کر آپ بیٹھ گئے۔

اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد:۔

ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ ونلا تسبقونی بالثناء علیہ کے الفاظ

سے معلوم ہوا صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ نمازِ جنازہ کے فوراً بعد میت کے لئے استغفار کرتے تھے۔ اور اگر کوئی صحابی نمازِ جنازہ سے رہ جاتا تو وہ دعاء واستغفار بعد نمازِ جنازہ میں شامل ہونے کی بڑی حرص کرتا تھا۔

۲۔ وقد صُلِّیَ علی عمر کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ جونہی حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ ختم ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ آگئے اور نمازِ جنازہ کے بعد فوراً آپ نے یہ کلام فرمایا اور یہ کہ صحابہؓ نمازِ جنازہ کے فوراً بعد دعاء مانگ رہے تھے کہ حضرت عبداللہ نے انھیں آواز دی کہ مجھے بھی شامل کرلو۔ اب دیوبندی مکتبِ فکر کی حالت دیکھئے جن کا وکیل عزیز ثابت دیوبندی کہہ رہا ہے، ہوسکتا ہے حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عمرؓ کی تدفین کے ایک دن یا دو دن بعد آتے ہوں اور آکر دعاء کرلی ہو۔ جیسا کہ زیرِ نظر رسالہ کے صفحہ ۸۵ پر آپ پڑھ آئے ہیں۔ صاف معلوم ہوگیا کہ دیوبندیوں نے حدیث سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

۳۔ فقام عند سریرہٖ فقال الخ کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے نمازِ جنازہ کے بعد والی دعاء کے متعلق ہی یہ مذکورہ ارشاد فرمایا اور نماز کے بعد ہی دعاء بھی فرمائی۔ جبکہ محمد ثابت دیوبندی کا خیال ہے کہ آپ نے تدفین کے بعد دعاء فرمائی۔ اس حدیث کے سامنے آنے کے بعد ثابت صاحب کو چاہیئے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔

۴۔ بہت سے دیوبندی مولوی یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے ہیں کہ یہ حدیث مُسند طور پر یعنی مکمل سند کے ساتھ کہیں موجود نہیں ہے۔ جب کسی حدیث کی سند ہی نہ ہو تو اس پر اعتماد کیسا؟ مگر اس زیرِ بحث حدیث کی سند دیکھ کر ایسے قماش کے لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ کیا اس مسندِ حدیث کی سند دیکھ کر بھی انھیں تسلیمِ حقیقت کا یارا ہے کہ نہیں۔

اس حدیث پر کئے گئے بعض نئے اعتراضات :۔

اعتراض اوّل

آپ کی پیش کردہ اس حدیث کی سند تو موجود ہے مگر کیا پتہ کہ کیسی سند ہے۔ اس کے راوی کیسے ہیں ضعیف ہیں یا ثقہ۔ جب تک یہ بات سامنے نہ آئے اس حدیث کو کیسے حجت بنایا جاسکتا ہے؟

جواب

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں کا اگر ثقہ اور معتبر ہونا ثابت ہو بھی جائے تو بھی دیوبندی وہابی اسے کبھی نہیں مانیں گے۔ تاہم اتمامِ حجت کے لئے ہم زیرِ بحث حدیث کے راویوں کے احوال درج کرتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

راوی اوّل محمّد بن عبید طنافسی کی ثقاہت :۔

تہذیب التہذیب

مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ اُمَيَّةَ الطَّنَافِسِيُّ اَبُوْعَبْدِ اللهِ الْكُوْفِيُّ .... قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُعِيْنٍ وَسُئِلَ عَنْ وَلَدِ عُبَيْدٍ مُحَمَّدٍ وَعُمَرَ وَيَعْلٰى فَقَالَ كَانُوْا ثِقَاتٍ وَاَثْبَتُهُمْ يَعْلٰى وَقَالَ الْمُفَضَّلُ الْغَلَابِيُّ عَنْ يَحْيٰى بَنُوْعُبَيْدٍ ثِقَاتٌ وَقَالَ ابْنُ عَمَّارٍ كُلُّهُمْ ثَبْتٌ مَا اَحْفَظُهُمْ يَعْلٰى وَاَبْصَرُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مُحَمَّدٌ ..... وَقَالَ الْعِجْلِيُّ كُوْفِيٌّ ثِقَةٌ وَكَانَ عُثْمَانِيًّا وَكَانَ حَدِيْثُهُ اَرْبَعَةَ آلَافٍ يَحْفَظُهَا..... قَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ مُحَمَّدٌ وَيَعْلٰى وَاِدْرِيْسُ وَاِبْرَاهِيْمُ بَنُوْعُبَيْدٍ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَاَبُوْهُمْ ثِقَةٌ حَدِيْثٍ

اَيْضًا ... وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ وَكَانَ ثِقَةً كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ ۔

(تہذیب التہذیب۔ جلد ۹ ص۳۲۷ تا ص۳۲۸)

ترجمہ

محمد بن عبید بن امیہ طنافسی ابو عبداللہ کوفی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا جب ان سے عبید کی اولاد محمد، عمر اور یعلیٰ کے بارہ میں پوچھا گیا۔ کہنے لگے وہ سب ثقہ ہیں اور یعلیٰ کی پختگی زیادہ ہے۔ مفضل غلابی نے یحییٰ سے روایت کیا کہ عبید کے بیٹے ثقہ ہیں۔ ابن عمار کہتے ہیں وہ سب حدیث میں پختہ ہیں۔ یعلیٰ ان میں سے زیادہ حافظِ حدیث اور محمد زیادہ صاحبِ بصیرت فی الحدیث ہے۔ علامہ عجلی کہتے ہیں محمد بن عبید کوفی، ثقہ ہے عثمانی ہے اور اس کی مروی احادیث چار ہزار ہیں جو اسے یاد تھیں۔ امام نسائی کہتے ہیں محمد بن عبید ثقہ ہے۔ محدث دارقطنی کہتے ہیں۔ محمد، عمر، یعلیٰ، ادریس اور ابراہیم جو عبید کے بیٹے ہیں سب ثقہ ہیں اور ان کا والد عبید بھی حدیث میں ثقہ ہے۔ محدث ابن سعد نے کہا محمد بن عبید ثقہ اور کثیر الحدیث ہے۔"

راوی دوم سالم المرادی کی ثقاہت :۔

تہذیب التہذیب

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُرَادِيُّ الْاَنْعَمِيُّ اَبُوالْعَلَاءِ الْكُوْفِيُّ رَوٰى عَنِ الْحَسَنِ وَرِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ وَعَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ ..... وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ

حَدِیْثُہٗ لَیْسَ بِالْکَثِیْرِ وَذَکَرَہٗ اِبْنُ حِبَّانٍ مِّنَ الثِّقَاتِ لَہٗ فِی التِّرْمِذِیِّ حَدِیْثٌ وَاحِدٌ فِی الْمَنَاقِبِ قُلْتُ وَقَالَ الْعِجْلِیُّ ثِقَۃٌ وَقَالَ الطَّحَاوِیُّ مَقْبُوْلُ الْحَدِیْثِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص۴۴۱ تا ص۴۴۲ [؟])

ترجمہ

سالم بن عبدالواحد مرادی الشمی ابوالعلاء کوفی۔ اس نے حسن بصری ربعی بن خراش عمرو بن حرم اور عطیہ عوفی سے روایت کی ہے۔ محدث ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث لکھے جانے (تسلیم کئے جانے) کے قابل ہے۔ ابن عدیؒ کہتے ہیں اس نے زیادہ احادیث روایت نہیں کیں۔ محدث ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں سے شمار کیا ہے۔ ترمذی میں اس کی ایک حدیث کتاب المناقب میں موجود ہے۔ میں (علامہ ابن حجر) کہتا ہوں کہ علامہ عجلی نے بھی اسے ثقہ کیا ہے۔ اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ سالم المرادی مقبول الحدیث ہے۔

اعتراض دوم۔ آخری راوی مجہول العین ہے:-

اس حدیث کی سند کے آخری الفاظ آپ نے یہ لکھے ہیں: اخبرنا سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا..... کہ سالم المرادی کہتے ہیں ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے بتلایا ہے۔ چونکہ راوی نے اپنے شیخ کا نام نہیں لیا ہے صرف بعض اصحابنا کہا ہے اس لیے آخری راوی غیر معلوم ہونے کی وجہ سے حدیث قابل حجت نہیں۔

جواب

یہ بھی منکرین کی ایک ہٹ دھرمی، سینہ زوری اور سکھ شاہی ہے۔ ورنہ اصول حدیث کے مطالعہ کے بعد اس اعتراض کی کچھ وقعت نہیں رہ جاتی۔ ایک ثقہ راوی اگر

ان الفاظ سے حدیث روایت کرے اور آگے ثقہ لوگ اس روایت کو اپنا لیں تو حدیث مکمل خود پر قابل حجت ہوتی ہے۔

تدریب الراوی شرح تقریب النواوی:-

وَاِذَا قَالَ الرَّاوِیُ فِی الْاِسْنَادِ فُلَانٌ عَنْ رَجُلٍ اَوْ شَیْخٍ عَنْ فُلَانٍ فَقَالَ الْحَاکِمُ مُنْقَطِعٌ لَیْسَ مُرْسَلًا وَقَالَ غَیْرُہٗ مُرْسَلٌ قَالَ الْعِرَاقِیُّ وَکُلٌّ مِّنَ الْقَوْلَیْنِ خِلَافُ مَا عَلَیْہِ الْاَکْثَرُوْنَ فَاِنَّھُمْ ذَھَبُوْا اِلٰی اَنَّہٗ مُتَّصِلٌ فِیْ سَنَدِہٖ مَجْھُوْلٌ۔ حَکَاہُ الرَّشِیْدُ الْعَطَّارُ وَاخْتَارَہُ الْعَلَائِیُّ ...... وَزَادَ کُتُبَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ لَمْ یُسَمَّ حَامِلُھَا ...... وَعَلٰی ذٰلِکَ مَشٰی اَبُوْ دَاؤُدَ فِیْ کِتَابِ الْمَرَاسِیْلِ فَاِنَّہٗ یَرْوِیْ فِیْہِ مَا اُبْھِمَ فِیْہِ الرَّجُلُ۔

(تدریب الراوی جلد اول ص۱۹۷ [؟])

ترجمہ

اور جب راوی اسناد میں یوں کہے کہ فلاں آدمی نے ایک مرد سے روایت کی ہے یا ایک شیخ نے فلاں شخص نے حدیث روایت کی ہے تو حاکم اسے حدیث منقطع کہتے ہیں مرسل نہیں۔ اور حاکم کے علاوہ دوسرے محدثین اسے مرسل قرار دیتے ہیں۔ عراقی کہتے ہیں یہ دونوں قول اکثر اصولیین کے مذہب کے خلاف ہیں۔ کیونکہ وہ اس قسم کی حدیث کو ایسی حدیث متصل مانتے ہیں جس میں ایک راوی مجہول ہے۔ اسے رشید عطار نے حکایت کیا اور علامہ علائی نے پسند کیا ہے۔ اور اسی قسم کی احادیث کے زمرہ میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خطوط بھی بڑھا کے ہیں جنھیں لے جانے والے حاملین کا نام

نہیں لیا گیا۔ اور اسی طریقہ پر کتاب المراسیل میں حضرت محدث ابوداؤد چلے ہیں کیونکہ وہ اس کتاب میں ایسی احادیث لاتے ہیں جن میں راوی کا نام مبہم ہوتا ہے۔"

دلیل دوم

ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ کے بعد ایک جنازہ کو اپنے گھروں کے سامنے سے گزارنے کا حکم دیا اور اس کے لئے اجتماعی دعا فرمائی:

مسلم شریف:۔

عبادہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمُرُّوا بِجَنَازَتِهِ فِي الْمَسْجِدِ فَيُصَلِّينَ عَلَيْهِ فَفَعَلُوا فَوُقِفَ بِهِ عَلَى حُجَرِهِنَّ يُصَلِّينَ عَلَيْهِ الخ۔

(مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۱۳ مطبوعہ نور محمد مالک اصح المطابع نزد جامع مسجد دہلی)

ترجمہ

"جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وصال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھجوایا کہ جنازہ مسجد میں سے گزارا جائے تاکہ وہ ان کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ازواجِ رسول کے حجروں کے سامنے جنازہ رکھ دیا گیا اور انھوں نے میّت کے لئے دعا کی۔"

وضاحت

مسجد میں سے گزارنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یصلّین علیہ کا معنیٰ

دعا کرنا ہے۔ چنانچہ موطا امام مالک میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَمَرَتْ أَنْ يُمَرَّ عَلَيْهَا بِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ حِينَ مَاتَ لِتَدْعُوَ لَهُ۔ (موطا صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ میر محمد کراچی)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں سے گزارا جائے جب وہ فوت ہو جائے تاکہ وہ ان کے لئے دعا کریں۔

اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد:۔

۱۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کے بعد نہ صرف یہ کہ دعا کرنا جائز ہے بلکہ دعا کے لئے کچھ تاخیر بھی روا ہے۔ کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد کے باہر سے اندر لایا گیا۔ اور ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازوں کے سامنے رکھ دیا گیا تاکہ وہ دعا کریں پھر واپس جنازہ مسجد سے باہر لے جایا گیا۔ آخر اس پر کچھ تو وقت صرف ہوا ہوگا۔

۲۔ نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا تمام صحابہ کرام اور امہات المؤمنین ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دعا کے لئے جنازہ لا کر رکھا اور ازواج رضی اللہ عنہن نے دعا کی۔ اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ازواج کے دعا کرنے پر انکار یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس امر پر ناراضگی کی کہ جنازہ مسجد میں کیوں لے جایا گیا ہے مگر دعا پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اور وہ دعا پر اعتراض کرتے بھی کیسے جبکہ وہ خود دعا بعد جنازہ کے قائل اور عامل تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:۔

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ اس حدیث میں صرف یہ لکھا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے سامنے رکھا گیا اور انھوں نے دعا کی۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ ازواجِ رسول نے نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی؟ تو اس کا جواب الریاض النضرة فی مناقب العشرة المبشرة للمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۳

پر یوں موجود ہے کہ حضرت سعدؓ مدینہ منورہ سے دس میل دور مقام عقیق پر فوت ہوئے وہاں سے آپ کو مدینہ منورہ لایا گیا۔ وصلّی علیہ مروان بن الحکم وھو یومئذٍ والی المدینۃ ثم صلّی علیہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرھنّ۔ ذکرہ ابو عمر وصاحب الصفوۃ۔ یعنی مروان بن حکم والیٔ مدینہ نے حضرت سعدؓ کا جنازہ پڑھا۔ اس کے بعد ازواج رسولؐ نے اپنے حجروں میں اُن کیلئے دُعا کی۔ اسی طرح طبقات ابن سعد جلد ۳ ص۴۳۱ پر بھی تقریباً یہی الفاظ موجود ہیں۔

تیسری دلیل

حضرت علیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھ کر میّت کیلئے دُعا فرمائی :-

مصنف ابن ابی شیبہ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ عُمَیْرِ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ عَلِیٍّ عَلٰی یَزِیْدَ بْنِ الْمُکَفَّفِ فَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی اَتَاهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ الْیَوْمَ فَاغْفِرْ لَهٗ ذَنْبَهٗ وَوَسِّعْ عَلَیْهِ مَدْخَلَهٗ ثُمَّ مَشٰی حَتّٰی اَتَاهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ الْیَوْمَ فَاغْفِرْ لَهٗ ذَنْبَهٗ وَوَسِّعْ عَلَیْهِ مَدْخَلَهٗ فَاِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ترجمہ:- ہمیں حدیث بیان کی علی بن مسہر نے انھوں نے شیبانی سے اور انھوں نے عمیر بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے یزید بن مکفف کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر چلے اور میت کے پاس گئے اور کہا اے اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا آج تیرے پاس پہنچا ہے اس کے گناہ معاف فرما اور قبر کشادہ فرما۔ آپ پھر چلے اور اُس کے پاس پہنچے اور پہلے والے کلمے کہے اور یہ اضافہ کیا کہ ہم تو اس میت کے متعلق اچھا ہی جانتے ہیں اور تو دانا تر ہے۔"

وضاحت

اس حدیث میں ہے کہ آپ دو مرتبہ میّت کے پاس گئے جس کا معنی زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز کے بعد دفن سے پہلے اور دوسری مرتبہ دفن کے بعد۔ اور دونوں مرتبہ دعا فرمائی۔ لہٰذا یہ حدیث بھی واضح بتلا رہی ہے کہ دعا بعد نمازِ جنازہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

تمّت بالخیر!

وصلّی اللہ علی حبیبہ محمّد وآلہ واصحٰبہ اجمعین!

فصل چہارم

(دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر فقہائے عظام کے اقوال)

دعا بعد نماز جنازہ کے منکرین کی عادت بھی عجیب اور بے ڈھنگی ہے جو شتر مرغ کے مشابہ ہے جب کسی مسئلہ میں ہم اہل سنت انہیں فقہی کتب سے جزئیات پیش کرتے ہیں تو جان چھڑانے کے لیے کہتے ہیں کہ فقہی جزئیات نہیں احادیث پیش کرو۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنے اور حاضر ناظر وغیرہ مسائل پر گفتگو کرنے سے تجربہ ہوا ہے۔ لیکن دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر جب اہل سنت کی طرف سے متعدد احادیث پیش کی جاتی ہیں جیسا کہ گذشتہ صفحات میں قارئین پڑھ چکے ہیں تو اب مخالفین کی طرف سے یہ مطالبہ زوروں پر ہے کہ نہیں فقہ کی کوئی جزئی پیش کی جائے۔ حالانکہ احادیث سے جب کوئی مسئلہ واضح ہو جائے تو پھر آئمہ مجتہدین اور فقہائے کرام کی عبارات سے جواز تلاش کرنا عبث ہوتا ہے کیونکہ اقوال فقہاء حدیث کی تائید پر موقوف و معلق کئے جا سکتے ہیں حدیث کو تائید فقہ سے مشروط کرنا جائز نہیں۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ لیکن اب مخالفین اگر اسی پر بضد ہیں تو یہ مطالبہ بھی ہم پورا کئے دیتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

دلیل اول قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَالثَّوْرِیُّ اِنَّ التَّعْزِیَةَ سُنَّةٌ قَبْلَ الدَّفْنِ لَا بَعْدَہٗ لِاَنَّ شِدَّةَ

الْحُزْنِ تَكُوْنُ قَبْلَ الدَّفْنِ فَيُعَزّٰى وَيَدْعُوْ لَهٗ۔

المیزان الکبریٰ (شعرانی) جلد اول ص ۲۱۰

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تعزیت کرنا میت کے دفن کرنے سے پہلے سنت ہے۔ بعد میں نہیں کیونکہ زیادہ غم واندوہ دفن سے قبل ہوتا ہے اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ (میت کے لواحقین سے) تعزیت کرے اور میت کے لیے دعا کرے

اب یہاں چند امور ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میزان الکبریٰ اسی لیے ہی تصنیف فرمائی ہے کہ وہ آئمہ کے مذاہب کو درست ثابت کریں۔ آپ اگرچہ خود شافعی ہیں مگر یہاں آپ نے قول تو امام اعظم رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے کہ تعزیت دفن سے قبل کی جائے تو بہتر ہے اور آپ نقل اقوال میں بہت ثقہ ہیں۔

جب حزن زیادہ ہو تو تعزیت دفن سے پہلے بہتر ہے

حوالہ دوم وَھٰذَا اِذَا لَمْ يُرَ مِنْهُمْ جَزَعٌ شَدِيْدٌ فَاِنْ رَاَوْا ذٰلِكَ قُدِّمَتِ التَّعْزِيَةُ لِتَسْكِيْنِهِمْ۔

(الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری جلد اول ص ۱۳۴ طبع ملتان)

ترجمہ: یہ (تعزیت بعد دفن) اس وقت ہے جب لواحقین سے سخت آہ و بکا نہ دیکھا جائے۔ اور اگر یہ بات دیکھی جائے تو ان کی تسکین کے لیے تعزیت دفن سے پہلے کی جائے۔

حوالہ سوم

وَوَقْتُهَا مِنْ حِيْنِ يَمُوْتُ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَيُكْرَهُ بَعْدَهَا ..... وَهِيَ بَعْدَ الدَّفْنِ اَوْلٰى مِنْهَا قَبْلَهُ وَهٰذَا اِذَا لَمْ يُرَ مِنْهُمْ جَزَعٌ شَدِيْدٌ فَاِنْ رُؤِيَ ذٰلِكَ قُدِّمَتِ التَّعْزِيَةُ ۔

(فتاوٰی عالمگیری جلد اول ص۱۶۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: تعزیہ کا وقت موت سے لے کر اس کے بعد تیسرے دن تک ہے اس سے زیادہ (دن تعزیت کرنا) مکروہ ہے۔ یہ تعزیت دفن سے پہلے کی نسبت بعد میں بہتر ہے جب کہ لواحقینِ میت سخت آہ و بکا میں نہ ہوں ورنہ تعزیت دفن سے پہلے ہونی چاہیئے۔

ثابت ہوا کہ تعزیت کا وقت موت کے بعد تین دن تک مسلسل ہے، اس میں تعمیم ہے کہ نماز جنازہ سے قبل تعزیت کی جائے یا بعد نماز جنازہ، ہر طرح جائز ہے۔ بلکہ اگر پسماندگانِ میت زیادہ پریشان ہوں تو دفن سے پہلے تعزیت کرنی چاہیئے۔ اس میں بھی تعمیم ہے خواہ جنازہ سے کچھ دیر بعد ہو یا فوراً نماز جنازہ کے بعد، ہر طرح جائز ہے۔

(تعزیت دعا ہے بلکہ بڑی جامع دعا)

وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ لِصَاحِبِ التَّعْزِيَةِ غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَيِّتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَتَغَمَّدَهُ بِرَحْمَتِهٖ وَرَزَقَكَ الصَّبْرَ عَلٰى مُصِيْبَتِهٖ وَاٰجَرَكَ عَلٰى مَوْتِهٖ ۔

(عالمگیری جلد اول ص۱۶۷)

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ تعزیت والے سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری میت کو بخشے، اس کے گناہوں سے درگذر فرمائے، اسے اپنی رحمت میں ڈھانپے، تجھے اس صدمہ پر صبر عطا فرمائے اور صبر کا اجر دے۔

وَلَفْظُ التَّعْزِيَةِ اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ وَاَلْهَمَكَ صَبْرًا وَاَجْزَلَ لَهُ وَلَنَا وَلَكَ بِالصَّبْرِ اَجْرًا ۔

(الجوہرة النیرة جلد اول ص۱۳۴)

ترجمہ: تعزیت کے الفاظ یہ ہیں۔ اللہ تمہارا اجر عظیم فرمائے، تمہیں بہترین سکونِ قلبی عطا کرے، تمہارے میت کی بخشش فرمائے، تمہیں صبر دے اور صبر کے بدلہ میں تمہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

حاصل کلام مذکورہ معتبر کتب فقہ کی تصریحات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

(۱) تعزیت جامع الدعوات ہے جس میں میت کی بخشش، پسماندگان کے لیے الہام صبر اور اعطائے اجر وغیرہ کے لیے دعا کے بہتر الفاظ ہیں

(۲) یہ دعائیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ایک قول کے مطابق تو دفن سے بعد مانگنی چاہییں اور دیگر اقوال میں انہیں (دعاؤں کو) سخت صدمہ کی حالت میں دفن سے پہلے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض روایات میں مطلقاً قبل از دفن یہ دعائیں بہتر قرار دی گئی ہیں۔

(۳) "قبل الدفن" کے الفاظ زیادہ وضاحت وصراحت کے ساتھ اسی وقت پر اطلاق کرتے ہیں جو نماز جنازہ سے دفن تک ہے۔ اگرچہ اپنی تعمیم میں قبض روح تک کو شامل ہیں گویا تعزیت کی مذکورہ دعائیں نماز جنازہ سے قبل مانگی جائیں یا بعد میں ہر طرح درست ہے۔

(۴) چونکہ نمازِ جنازہ کے وقت جملہ لواحقینِ میت اور دیگر اہلِ اسلام یعنی اہلِ محلہ یا اہلِ قریہ کا اجتماع ہو جاتا ہے تو نماز کے بعد کا وقت ہی تعزیت کے اس اخلاقی فریضہ کے لیے مناسب ہے۔ جس کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے روزِ قیامت عزت و حرمت کے لباس پہنائے جانے کا اعلان فرمایا ہے (ابن ماجہ)

مشاہدہ حقیقت | یہ بات کثرت کے ساتھ دیکھنے میں آئی ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد شرکائے نماز، لواحقین میت سے فرداً فرداً تعزیت کر رہے ہوتے ہیں مگر آج تک ان کے اس فعل کو کسی نے ناجائز نہیں کہا۔ اگر یہ انفرادی تعزیات یعنی دعائیں اپنی جگہ مخالفین کے نزدیک جائز ہیں تو ان کی جگہ اگر اجتماعی طور پر ایک دعا مل کر مانگ لی جائے تو وہ کیوں حرام ہو گئی۔ حالانکہ اجتماع کو اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے اس لیے اسلام میں مساجد، باجماعت نماز، جمعہ، عیدین، حج، نماز استسقاء، نمازِ خسوف، صلوٰۃ خوف اور نمازِ جنازہ وغیرہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ نماز تراویح دورِ رسالت میں انفراداً پڑھی گئیں۔ عہدِ صدیقی میں بھی یہی طریقہ رہا مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مبارک نقطہ کو نظر رکھ کر سب اہلِ اسلام کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ یونہی بعد نمازِ جنازہ انفرادی دعائیں کرنے کی بجائے اگر بہت مختصر وقت میں اجتماعی دعا کر لی جائے تو عین رضائے الٰہی کے مطابق ہے۔

علامہ عینی علیہ الرحمہ کا فتویٰ،

دلیل دوم | يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِ الرَّاوِيْ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اَلْمَعْنَى اللُّغَوِيَّ وَهُوَ الدُّعَاءُ اَيْ دَعَا سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

(البنایہ شرح الهدایہ جلد دوم صـ۹۸۶ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ جائز ہے کہ راوی کے اس قول کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر دفعہ نماز پڑھی" کا مطلب یہ ہو کہ آپ نے ان کے لیے ستر بار دعا کی ہو۔

یعنی پہلی بار تو آپ نے ان کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اس کے بعد ان کے لیے آپ نے اُنہتر[۶۹] بار صرف دعا کی۔ اس کی مفصل بحث ہم پہلے کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دعا بعد جنازہ کے مخالفین ہمیشہ یہی شور مچایا کرتے ہیں کہ کسی حنفی فقیہہ نے جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو جائز نہیں کہا۔ اب علامہ عینی علیہ الرحمہ کی مذکورہ توجیہہ حدیث پڑھ کر مخالفین کو اپنے دعویٰ پر کچھ تو ندامت آنی چاہیئے۔

دلیل سوم

امام محمد بن فضل فضلی حنفی نے کہا دُعا بعدِ نمازِ جنازہ میں کچھ حرج نہیں

البحر الرائق | وَقَيَّدَ بِقَوْلِهٖ بَعْدَ الثَّالِثَةِ لِاَنَّهٗ لَا يَدْعُوْ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ وَعَنِ الْفَضْلِيِّ لَا بَأْسَ بِهٖ۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد دوم صـ۱۸۳ کتاب الجنائز)

ترجمہ:۔ بعد الثالثۃ کی قید اس لیے ہے کہ نمازِ جنازہ کے سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ اور امام فضلی نے تو کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ | صاحب البحر الرائق کا پہلے عدم جواز دعا بعد جنازہ کی بات کہہ کر اس کے

بعد امام فضلی کا جواز دعا بعد جنازہ کا قول نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صاحب البحرالرائق کے نزدیک دعا بعد جنازہ کا جواز ہی معتبر و مرجح ہے، جب کہ ہمارے نزدیک، بحرالرائق کی مذکورہ عبارات میں دو مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہے جو اس دعا کے جواز پر منتج ہوتی ہے جیسے ہم انشاء اللہ اعتراضات کے جوابات کے باب میں بیان کریں گے۔

یہاں لاباس بہ کا معنیٰ مستحب ہے | علامہ عبدالحی دیوبندی عمدۃ الرعایہ شرح شرح الوقایہ کے مقدمہ ص ۱۵ میں لکھتے ہیں۔

فِیْ رَدِّ الْمُخْتَارِ فِیْ کِتَابِ الطَّهَارَةِ کَلِمَةُ لَابَأْسَ وَاِنْ کَانَ الْغَالِبُ اسْتِعْمَالُهَا فِیْمَا تَرْکُهٗ اَوْلٰی لٰکِنَّهَا قَدْ تُسْتَعْمَلُ فِی الْمَنْدُوْبِ کَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِی الْبَحْرِ مِنْ کِتَابِ الْجَنَائِزِ وَالْجِهَادِ۔

ترجمہ: رد مختار میں کتاب الطہارۃ کے اندر ہے کہ "لاباس" کا کلمہ اگرچہ عموماً غیر اولیٰ میں استعمال ہوتا ہے مگر اس کا استعمال مستحب امر کے لیے بھی ہوتا ہے جیسا کہ بحرالرائق میں کتاب الجنائز اور کتاب الجہاد میں اس کی تصریح ہے۔ ۱۲۔

اب ہم کہتے ہیں کہ لاباس کا زیر بحث کلمہ بحرالرائق کی کتاب الجنائز ہی سے ہم نے نقل کیا اور اسی کو صاحب رد المختار اور مولانا عبدالحی دیوبندی صاحب مستحب کے لیے قرار دے رہے ہیں ثابت ہوا علامہ فضلی کے نزدیک دعا بعد نماز جنازہ مستحب ہے۔

دلیل چہارم

دعا بعد نماز جنازہ پر فقہاء نے متواتراً جواز کا فتویٰ نقل کیا ہے

زاد الآخرت | زاد الآخرت میں نہرالفائق اور بحر ذخار سے نقل کیا گیا ہے کہ بعد از سلام بخواند۔

اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ

ترجمہ: نماز کے بعد جنازہ سے سلام پھیر کر یہ دعا مانگے اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال اور ہماری بخشش فرما اور اس میت کی بخشش فرما۔

دلیل پنجم

فقہاء کے نزدیک دعا بعد نماز جنازہ کے جواز کا قول ہی مفتیٰ بہ ہے

کشف الغطاء | کشف الغطا میں شارح بخاری حضرت شیخ نورالحق محدث دھلوی المعروف شیخ الاسلام نبیرۂ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے قنیہ وغیرہ کی عبارات (جن سے دیوبندی حضرات استدلال لاتے ہیں) نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفقہ۔

ترجمہ:۔ میت کے لیے فاتحہ اور دعا دفن سے قبل درست ہے اور اسی روایت پر اہل اسلام کا عمل ہے۔ خلاصۃ الفقہ میں بھی ایسے لکھا ہے۔

تبصرہ مذکورہ عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پیشتر دعا کرنا یا فاتحہ پڑھنا نہ صرف درست ہے بلکہ اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور چونکہ صاحب کشف الغطاء شیخ الاسلام شیخ نور الحق رحمہ اللہ شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دھلوی کے فرزند ہیں اس لیے آپ نے اپنے والد گرامی کے ارشاد پر عمل کیا ہے جو انہوں نے اشعۃ اللمعات میں ارشاد فرمایا ہے کہ نبی علیہ السلام کے جنازہ پر فاتحہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے نماز جنازہ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی کیونکہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے (احادیث کے باب میں ہم اس کو وضاحت سے لکھ چکے ہیں) اور یہ بھی یاد رہے کہ ارض ہند میں درس حدیث اسی خاندان کے صدقے پھیلا ہے اور اس کی شہادت یہ ہے کہ دیوبندی بریلوی یا اہل حدیث مکتب فکر کے شیوخ الحدیث کی اسناد اکثر و بیشتر شیخ عبد الحق محدث دھلوی کے واسطہ سے ائمہ حدیث تک پہنچتی اور پھر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش ہوتی ہیں، اس خاندان کی حدیث فہمی پر تمام کا اتفاق ہے کاش کہ دیوبندی علماء انہی کی بات تسلیم کر لیتے۔

روایت معمولہ کا فقہی مقام

فقہاء احناف کی تصریح ہے کہ جب مختلف اقوال میں سے کسی ایک کے متعلق الفاظ ہمیں است یہ صراحت ہو کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے تو وہ قول دیگر اقوال پر ترجیح پاتا ہے اور اسے مفتیٰ بہ قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

اَمَّا الْعَلَامَاتُ لِلْاِفْتَاءِ فَقَوْلُہٗ وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَبِہٖ

یُفْتٰی وَبِہٖ نَاْخُذُ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الْیَوْمِ وَعَلَیْہِ عَمَلُ الْاُمَّۃِ۔

درمختار جلد اول ص۲۷ (مقدمہ)

ترجمہ:۔ مختلف اقوال میں سے مفتیٰ بہ قول (کہ جسے فتویٰ دیتے وقت حجت بنایا جائے) وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ یہ ہو کہ اسی پر فتویٰ ہے یا اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے یا ہم اسے ہی پکڑتے ہیں یا اسی پر اعتماد ہے یا اسی پر آج عمل ہے یا اسی پر امت عمل کرتی ہے۔ ۱۲۔

فتاویٰ شامیہ میں وعلیہ عمل الیوم کی وضاحت میں علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں کہ اَیْ عَلَیْہِ عَمَلُ النَّاسِ فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ الْحَاضِرِ یعنی موجود زمانے میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اب کہا جا سکتا ہے کہ فقہاء کے جن اقوال سے دیوبندی لوگ ممانعتِ دعا بعد جنازہ کا استدلال کرتے ہیں وہ جہاں قابل تاویل ہیں وہاں مرجوح اور متروک بھی ہیں کیونکہ شیخ الاسلام علامہ نور الحق محدث دھلوی دیوبندیوں کی محتج بہ عبارات فقہاء کو نقل کرنے کے بعد دعا بعد نماز جنازہ کی درستگی اور جواز کا قول بیان کرتے ہیں اور اسے روایت معمولہ قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا حنفی کہلانے والوں پر لازم ہے کہ اسی روایت معمولہ پر عمل کرتے ہوئے دعا بعد نماز جنازہ کو جائز بھی کہیں اور اس پر عمل شروع کریں

فصل پنجم

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر علماء دیوبند کے تصریحی و تلمیحی اقوال

نماز عید کے خطبہ کے بعد دعا مانگنا ہمیشہ سے اہل اسلام کا دستور و شعار ہے

Scanned with CamScanner

البتہ ایک دیوبندی شخص کو اس بارہ میں کچھ تردد ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبدالحی دیوبندی کا مجموعہ فتاوٰی اس کی نظر سے گذرا جس میں لکھا تھا کہ نماز عید سے فراغت کے بعد دعا مانگنا نبی علیہ السلام سے منقول نہیں - یہ پڑھ کر وہ شخص متفکر ہوا اور دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا - مولانا عبدالحی صاحب کی عبارت بھی لکھ بھیجی اور مسئلہ پوچھ ڈالا کہ بعد نماز عید دعا مانگنا کیسا ہے - چنانچہ فتوٰی دارالعلوم دیوبند جلد اوّل میں اس شخص کا استفتاء اور مولانا عزیزالرحمٰن صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کا جواب موجود ہے جو ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

دعا بعد نماز عید کے متعلق ایک دیوبندی کا سوال اور مفتیِ دارالعلوم دیوبند کا جواب

سوال $\frac{۵۰۲}{۱۵۵۸}$ رسالہ الرشید نمبر ۱ ماہ رجب المرجب ۵ ۱۳۳ھ جلد چہارم میں اس طور کا ایک مسئلہ ہے، جواب میں لکھا ہے مع حوالہ عبارت شامی و حصین حصین وغیرہ کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے بعد دعا کرنے میں ہے اس کے ترک میں نہیں اور خطبہ کے بعد اتباع دعا نہ کرنے میں ہے۔

مجموعہ فتاوی عبدالحی میں ایک استفتاء اسی مضمون کا ہے جواب میں مولانا نے تو لکھا ہے کہ روایاتِ حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے عود فرماتے تھے (گھر لوٹ جاتے تھے) دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں ہے ایسے ہی صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثبوت اس کا نظر سے نہیں گذرا،

بہشتی گوہر میں عیدین کی نماز کے بیان میں مرقوم ہے (مسئلہ) بعد نماز عیدین یا بعد خطبہ دعا مانگنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کے صحابہ تابعین سے منقول نہیں۔

اور اگر ان حضرات نے کبھی دعا مانگی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی، لہٰذا الغرض اتباع دعا نہ مانگنا دعا مانگنے سے بہتر ہے ایسی حالت میں ہم لوگوں کے لیے واجب العمل کیا ہے۔

جواب ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولینا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس مدرسہ ہذا اور حضرت مولینا محمد حسن صاحب مدرس مدرسہ ہذا وغیرھم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور احادیث سے بھی مطلقًا نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اس میں عیدین کی نماز داخل ہے لہٰذا واجب ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین مستحب ہے۔

اور مولینا عبدالحی کا فتوٰی بندہ نے دیکھا ہے، محض اس وجہ سے کہ عیدین نماز کی کے بعد (دعا) کا ذکر نہیں دعا کا نہ ہونا معلوم نہیں ہوتا اور دیگر احادیث سے نمازوں کے بعد دعا کا ہونا ثابت ہے بس اس کو (نماز عید کو) اس پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کلیتًا استحباب دعا کا بعد صلوٰۃ ثابت ہو گیا اب یہ ضروری نہیں کہ ہر نماز کے بعد تصریح وارد ہو کما ھو ظاھر۔

بہشتی گوہر میں بھی غالبًا مولینا عبدالحی کے فتوٰی کے اتباع سے ایسا لکھا گیا ہے بندہ کے نزدیک وہ مسلّم نہیں - فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عزیزالرحمٰن

فتوٰی دارالعلوم دیوبند جلد اول ص ۲۲۶ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند

$\frac{\text{انڈیا}}{\text{یوپی}}$

طائرانہ نظر مذکورہ سوال اور اس کے جواب کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ ایک دیوبندی شخص مفتی دارالعلوم دیوبند سے سوال کرتا ہے کہ مولانا عبدالحی نے

نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے سے منع کیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ حدیث میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے بعد خطبہ کہتے اور گھر چلے جاتے ۔ دعا کا حدیث میں ذکر نہیں کہ عید کے بعد مانگی یا نہ مانگی اس لیے دعا نہیں مانگنی چاہیئے۔

"اس کے جواب میں مفتی دیوبند عزیز الرحمٰن صاحب نے تحریر کیا کہ بھائی ! مولانا عبدالحی صاحب کا استدلال بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ احادیث میں مطلقاً یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے ۔ اور ہر نماز کے اندر نمازِ عید بھی ہے ۔ اس لیے اب نمازِ عید یا کسی اور نماز کے لیے علیحدہ طور پر حدیث سے یہ بات صراحتاً ثابت کرنا کوئی ضروری نہیں کہ آپ عید یا فلاں نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے ۔ کیونکہ حدیث میں آگیا کہ ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اور نمازِ عید بھی ایک نماز ہے لہذا خود ثابت ہوا آپ نمازِ عید کے بعد بھی دعا مانگتے تھے ۔

انصاف کرو دیوبندی حضرات سے انصاف کے نام پر ایک سوال ہے ، تبلاؤ نمازِ جنازہ کو نماز کی حیثیت دیتے ہو یا نہیں ۔ اگر دیتے ہو بلکہ فرض نماز سمجھتے ہو تو بتلاؤ ۔ اگر نمازِ عید کے بعد دعا مانگنا صرف اس لیے جائز ہے کہ حدیث کے اندر عمومی طور پر ہر نماز کے بعد نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا ثابت ہے اور اس میں نمازِ عید بھی شامل ہے تو اسی استدلال کے مطابق نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا صرف اسی بنیاد پر کیوں جائز نہیں ہو سکتا کہ حدیث میں تو ہے کہ نبی علیہ السلام ہر نماز کے بعد دعا مانگتے تھے اور اس میں نمازِ جنازہ بھی آجاتی ہے ۔

جب کہ مولانا عبدالحی اور مفتی دیوبند کے بقول تو بالخصوص نمازِ عید کے بعد نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا حدیث میں مذکور نہیں ۔ مگر نمازِ جنازہ کے بعد تو نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا حدیث میں بالوضاحت آچکا ہے جیسا کہ آپ نے جنگ موتہ کے شہدا کی نماز کے بعد دعا مانگی جس کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ۔

الغرض نمازِ عید کے بعد دعا پر کوئی ایک حدیث بھی بالصراحت مذکور نہ ہو تو پھر بھی وہاں دعا مانگنا مفتی دیوبند کے نزدیک جائز قرار پائے اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا پر صریح احادیث موجود بھی ہوں تو بھی وہاں دعا مانگنا انہی مفتی صاحب کے ہاں ناجائز قرار پائے ، کیا اسی کا نام دیانت و فقاہت ہے ؟ کیا مفتی ایسے ہوتے ہیں ؟ جو حقائق سے آنکھ چرائیں اور دوہرا معیار افتاء قائم کریں ؟

کار شیطان میکند نامش ولی ،
گر ولی آں است لعنت بر ولی ،

مفتی دیوبند کا اس سے بھی واضح فتویٰ

اسی فتویٰ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۳۲۵ جلد اول پر ایک اور فتویٰ بھی درج ہے ملاحظہ ہو ۔

سوال $\frac{۱۳۶}{۶۹۲}$ عیدین کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ ، تابعین تبع تابعین نے دعا مانگی ہے یا نہیں اگر مانگی ہے تو تحریر کی جائے اگر نہیں مانگی تو مسلمانوں کو مانگنی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو عید کی نماز کے بعد یا عید کے خطبہ کے بعد ؟ اور اگر نا جائز ہے تو مکروہ تنزیہی ہے تحریمی ہے یا حرام ؟ ۔

بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ احادیث قولیہ میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نمازِ عید بھی شامل ہے دعا مانگنے کی فضیلت و ثواب منقول ہے اگرچہ احادیث فعلیہ کی تصریح نہیں مگر نفی منقول نہیں اس لیے احادیث قولیہ پر عمل کرنا اور ہر نماز کے بعد اور عیدین کے بعد دعا مانگنا جائز اور مستحب ہو گا ۔

اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ

فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی مذکورہ عبارات کا ہم معنیٰ ایک فتویٰ مخالفین کے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا بھی ہمیں بعد میں دستیاب ہوا جو ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۔ بعد نماز عیدین کے یا بعد خطبہ کے دعا مانگنا گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں مگر چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے بعد نماز عیدین کے بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا ۔ بہشتی زیور حصہ ہشتم بیان نماز عیدین ۔

انصاف پسندانہ اصول

دارالعلوم دیوبند کے مفتی صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب کے مذکورہ بالا فتووں کا خلاصہ یہ ہے ۔

(۱) مطلقاً اور عموماً نماز کے بعد نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا حدیث میں مذکور ہے اور مسنون ہے اور مطلقاً نماز میں عید کی نماز بھی ہے اس لیے ثابت ہوا آپ نماز عید کے بعد بھی دعا مانگتے تھے لہٰذا یہ بھی مسنون ٹھہرا۔

(۲) اگرچہ نماز عید کے بعد بالوضاحت اور بالصراحت نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا حدیث میں موجود نہیں مگر عید کی نماز کے بعد دعا مانگنے سے نبی علیہ السلام نے نہی بھی نہیں فرمائی تو جس کام سے نبی علیہ السلام نہ روکیں کسی اور کو روکنے کا کیا حق ہے ۔

ناظرین و ناظرین ! ہمیں دیوبند کے مفتی صاحب کا یہ استدلال پسند آیا اور ہم اس پر انہیں داد دیتے ہیں ۔

چیلنج

مگر ہم مفتی صاحب اور ان کے تمام ہم مشرب لوگوں سے سوال کرتے ہیں بلکہ چیلنج کرتے ہیں کہ آپ لوگ ایک صحیح حدیث خواہ وہ خبر واحد اور موقوف

ہی ہو اس بات پر ہمیں دکھائیں کہ نبی علیہ السلام نے یا صحابہ کرام میں سے کسی نے بعد نماز جنازہ دعا سے منع فرمایا - تو ہم اعلان کرتے ہیں جنازہ کے بعد دعا سے ہم مکمل اجتناب کر لیں گے اور آپ کا موقف اپنا لیں گے ،

بلکہ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے ہم آپ سب کو یہ چیلنج دیتے ہیں کہ ایک حدیث ضعیف خواہ وہ صحابی کا قول ہی دکھا دیں کہ دعا بعد نماز جنازہ منع ہے تو ہم یہ دعا چھوڑ دینے کا اعلان کریں گے مگر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ تا ابد امت وہابیہ ایسا نہیں دکھا سکتی۔

فأتوا برهانكم إن كنتم صادقين۔

جب آپ دعا بعد نماز جنازہ کے ناجائز ہونے پر کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی آج تک پیش نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں اور مطلقاً ہر نماز کے بعد خواہ وہ صلوٰۃ پنجگانہ ہو نماز عید ہو یا نماز جنازہ ہو نبی علیہ السلام کا دعا مانگنا اور اس کی تعلیم دینا معتبر احادیث سے ثابت ہے تو بتلائیے خواہ مخواہ ایسے نیک عمل سے روک کر آپ دین کی کونسی خدمت کر رہے ہیں - اور نیک عمل بھی وہ جو عبادت ہی نہیں عبادت کا مغز ہے ۔

مفتی دارالعلوم دیوبند کے نزدیک دعا بعد جنازہ مستحبات میں سے ہے

ایک شخص نے دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے اس مسئلہ میں رجوع کیا اور دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر بعض تصریحی اور بعض تلمیحی طور پر دلالت کرنے والی عبارات اور دلائل لکھ بھیجے اور پوچھا گیا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز چنانچہ اس کا سوال اور مفتی دارالعلوم دیوبند کا جواب پیش خدمت ہے ۔

سوال ، ۱۱۷۶۱/۱۱۵۶ ، (۱) مرقات شرح مشکوٰۃ جزو خامس ص ۵۴۸

وَفِی رِوَایَةٍ لَهَا وَاَنَّهٗ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰی سَرِیْرِهٖ فَتَکَنَّفَهُ النَّاسُ یَدْعُوْنَ وَیُثْنُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ قَبْلَ اَنْ یُرْفَعَ وَاَنَا فِیْهِمْ فَلَمْ یَرُعْنِیْ اِلَّا رَجُلٌ قَدْ اَخَذَ بِمَنْکِبِیْ مِنْ وَرَائِیْ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰی عُمَرَ الخ

(۲) کفایہ باب الجنائز۔ رُوِیَ اَنَّ رَجُلًا فَعَلَ هٰکَذَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ یُسْتَجَبْ لَکَ۔

(۳) عنایہ باب الجنائز۔ رُوِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا فَعَلَ هٰکَذَا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ ادْعُ الخ

(۴) قسطلانی کی جزو رابع حاشیہ برشرح مسلم امام نووی مصری ص ۳۰۶
قَوْلُهٗ حَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ، اَیْ عَلَّمَنِیْهِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَحَفِظْتُهٗ۔

(۵) ردوھابیہ ص ۲۵ ونیز در شرح برزخ ارقام نمودہ، تصدق وخواندان قرآن مجید برمیت ودعا درحق او قبل از برداشتن جنازہ وپیش از دفن سبب نجات از احوال آخرت وعذاب قبر ہست۔

(۶) رفاہ المسلمین ص ۹۶ مروی ہے کہ مردے کو گور میں رکھتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ

(۷) جوہرہ نیرہ، حَتّٰی یُؤَدِّیَ حَقَّهٗ بِالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَالدُّعَاءِ لَهٗ

(۸) شامی۔ وُصُوْلُ الْقِرَاءَةِ لِلْمَیِّتِ اِذَا کَانَتْ بِحَضْرَتِهٖ اَوْ دُعِیَ لَهٗ عَقِبَهَا وَلَوْ غَائِبًا لِاَنَّ مَحَلَّ الْقِرَاءَةِ تَنَزُّلُ الرَّحْمَةِ وَالْبَرَکَةِ وَالدُّعَاءُ عَقِبَهَا اَرْجٰی بِالْقَبُوْلِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ۔

(۹) نماز مترجم (مولانا ابوالبشر صاحب) ص ۵۸۔ بعد نماز جنازہ کے سب لوگ بیٹھ کر قل شریف گیارہ بار اور الحمد شریف دس بار پڑھ کر میت کی ارواح کو بخشیں۔

(۱۰) تحفۃ المصلی (مفتی دائم اللہ صاحب) گیارہ دفعہ درود شریف پڑھ کر بعد سلام نماز جنازہ میت کو بخشیں۔

(۱۱) تحفۃ الغافلین ص ۳۔ اچھا طریقہ ثواب رسانی کا مردہ کے حق میں یہ ہے کہ قبل از دفن جس قدر ہو سکے کلمہ یا قرآن شریف یا درود یا کوئی سورۃ پڑھ کر ثواب بخشے۔

(۱۲) مظاہر حق کتاب الجنائز تحت حدیث ابن عباس۔ یعنی سورہ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں گذرا یا جنازہ پر بعد از نماز کے یا پہلے نماز کے بقصد تبرک پڑھی ہو۔

(۱۳) امام محمود بدر الدین عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر بیان فرماتے ہیں۔ مَصْلَحَةُ الْمَیِّتِ اَنْ یَجْتَمِعُوْا عِنْدَهٗ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالذِّکْرِ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَنْتَفِعُ بِهٖ۔

(۱۴) مشکوٰۃ ص ۱۱۶ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْرًا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ۔

(۱۵) جواہر النفیس شرح الکیس ص ۱۳۱ وَفِیْ نَافِعِ الْمُسْلِمِیْنَ رَجُلٌ رَفَعَ یَدَیْهِ بِدُعَاءِ الْفَاتِحَةِ لِلْمَیِّتِ قَبْلَ الدَّفْنِ جَائِزٌ۔

سوال۔ مرقومہ بالا دلائل سے بعد از سلام نماز جنازہ کے دعا یا ایصال ثواب سورہ فاتحہ واخلاص سنت ثابت ہوتا ہے مستحب یا بدعت حسنہ یا بدعت

یہ صرف نبوتی پوچھتا ہوں بلا اجتماع واہتمام اور ضروری جانتے ؟ ۔

الجواب ۔ امور مستحبہ ومباحہ اصرار والتزام سے بدعت ہو جاتے ہیں۔

..... قَالَ الْقَارِی فِی الْمِرْقَاۃِ فِی شَرْحِ ھٰذَا الْحَدِیْثِ۔ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی اَمْرٍ مَنْدُوْبٍ وَجَعَلَہٗ عَزْمًا وَلَمْ یَعْمَلْ بِالرُّخْصَۃِ فَقَدْ اَصَابَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الضَّلَالِ فَکَیْفَ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی بِدْعَۃٍ وَمُنْکَرٍ اِنْتَھٰی، وَفِی الْعَالَمْگِیْرِیَّۃِ وَمَا یُفْعَلُ عَقِیْبَ الصَّلٰوۃِ مَکْرُوْہٌ لِاَنَّ الْجُھَّالَ یَعْتَقِدُوْنَھَا سُنَّۃً وَوَاجِبَۃً وَکُلُّ مُبَاحٍ یُؤَدِّیْ اِلَیْہِ فَمَکْرُوْہٌ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد پنجم ششم ص۱۸۷ اور ص۱۸۸ طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی

تبصرہ

مذکورہ بالا سوال اور جواب آپ نے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے پڑھ لیا اس سے یہ امور بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ ثابت ہو گئے۔

(۱) مفتی دارالعلوم دیوبند نے سوال میں مذکور دلائل جواز دعا بعد جنازہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا اور نہ مذکورہ حوالہ جات کی تضعیف یا تحقیق کی ہے۔ یہ معنی خیز خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ مفتی صاحب ان دلائل کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

(۲) مفتی دارالعلوم دیوبند نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے ناجائز یا مکروہ ہونے پر نہ کوئی حدیث پیش کی ہے نہ کسی فقیہہ یا عالم کا قول پیش کیا ہے۔ مرقات اور عالمگیری کی جو دو عبارات پیش کی ہیں وہ بالکل غیر متعلق اور بے جوڑ ہیں ان میں نماز جنازہ کا لفظ یا دعا کا لفظ تک نہیں بلکہ وہ عبارات دیوبندی استدلال کے بالکل خلاف بلکہ ان کے لیے نقصان دہ ہیں کیونکہ مشکواۃ کی شرح مرقات کی جو عبارت پیش کی گئی ہے وہ مکمل طور پر یوں ہے۔

مَنْ اَصَرَّ عَلٰی اَمْرٍ مَنْدُوْبٍ وَجَعَلَہٗ عَزْمًا وَّلَمْ یَعْمَلْ بِالرُّخْصَۃِ فَقَدْ اَصَابَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْاِضْلَالِ فَکَیْفَ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی بِدْعَۃٍ اَوْ مُنْکَرٍ وَجَآءَ فِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصُہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَآئِمُہٗ ۔

(المرقاۃ شرح المشکوٰۃ جلد اول ص۱۴ ص۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث (بیروت)

ترجمہ:۔ جس شخص نے کسی مستحب عمل پر اصرار کیا اور اسے لازمی سمجھ لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا۔ تو شیطان نے اسے گمراہ کرنے میں کچھ کامیابی حاصل کر لی چہ جائے کہ بدعت اور برے کام پر اصرار کیا جائے اور ابن مسعود کی حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ جیسے یہ پسند کرتا ہے کہ عزیمت پر عمل کیا جائے ایسے ہی یہ بھی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر بھی عمل ہو۔

اس عبارت کا خلاصہ تو یہ ہے کہ جس عمل کی اسلام نے ترغیب دلائی ہو مگر اسے لازم نہ قرار دیا ہو اسے لازم نہیں سمجھنا چاہیئے کبھی کبھار اسے چھوڑ بھی دیا جانا چاہیئے، اب بتلائیے مفتی دارالعلوم دیوبند کے پیروکار حضرات اگر دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق مذکورہ عبارت سے مفتی دارالعلوم دیوبند نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ دعا ناجائز اور مکروہ نہیں بلکہ مستحبات میں سے ہے البتہ اسے لازم اور فرض سمجھنا مکروہ اور ناجائز ہے اس لیے یہ دعا عموماً مانگنی چاہیئے البتہ کبھی کبھار چھوڑ دینی چاہیئے تاکہ امر مستحب پر اصرار لازم نہ آئے۔

(۳) مفتی صاحب نے "الجواب امور مستحبہ اصرار والتزام سے بدعت ہو جاتے ہیں" کہہ کر صاف اقرار کر لیا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ امور مستحبہ ومباحہ میں سے ہے البتہ اس پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔

Scanned with CamScanner

دعوتِ فکر اس لیے ہم دیوبندی مکتبِ فکر سے اپیل کریں گے کہ وہ اپنے مسلک کے معتبر ترین فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے ارشاد کے مطابق ایک امر مستحب کو معطل کرکے اور اس سے مکمل روگردانی کرکے عقاب کے مستحق نہ بنیں اور دعا بعد جنازہ پر عمل شروع کردیں

باب ثانی

دُعا بعد نمازِ جنازہ پر اعتراضات اور ان کے مسکت جوابات

اعتراض نمبر۱: یہ دعا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی باعث جہنم ہے۔

جواب: یہ دعا ہرگز بدعت نہیں۔ پچھلے صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس دعا کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً و تقریراً ہر طرح سے ثابت ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء جنگ موتہ کی نماز جنازہ کے بعد دعا کی اور لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ عوف بن مالک کو آپ نے نماز جنازہ کے بعد دعا سکھلائی، ایک مقروض شخص کے جنازہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی دعا کی پھر ایک شخص کو آپ نے نماز جنازہ کے بعد استغفار و دعا کرتے دیکھا تو فرمایا بے شک دعا کر تیری دعا مستجاب ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایک قوم کو نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کا حکم دیا اس کے بعد صحابہ کرام سے نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت مل چکا ہے۔ حضرت علی نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی، عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے جنازہ کے بعد دعا کی اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ عبداللہ بن سلام نے لوگوں سے فرمایا۔ لوگو! تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں تو مجھے ملنے نہیں دیا۔ دعا میں تو شامل کرلو۔ دیگر متعدد حوالہ جات اور تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے اور اس عمل کو بہتر اور مستجاب گردانا ہے۔

اب بھی کوئی کہتا پھرے کہ یہ دعا بدعت ہے تو یہی کہا جا سکتا ہے ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن۔
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اعتراض نمبر ۲ نماز جنازہ خود دعا ہے۔ پھر دعا مانگنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب ایک بار نماز جنازہ میں دعا کی جا چکی ہے تو اب کسی اور دعا کی حاجت ہی باقی نہیں۔

جواب یہ استدلال بالکل غلط ہے کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں۔

اولاً ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا ہر نماز میں دعا کی جاتی ہے یا نہیں، چنانچہ اس میں کیا شک ہے کہ نماز میں الحمد شریف پڑھی جاتی ہے جو تمام قرآنی دعاؤں کا خلاصہ ہے پھر قعدہ اخیرہ میں درود شریف سے فارغ ہو کر (جو خود دعا ہے) اور دعائیں مانگی جاتی ہیں مثلاً رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء، ربنا اغفر لی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

بلکہ فقہاء کرام تو ترغیب دیتے ہیں کہ سلام کہنے سے قبل قرآن وحدیث سے منقول دعائیں جتنی چاہو مانگ لو چنانچہ کتب فقہ میں ہے۔

وَيَتَشَهَّدُ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَدْعُوْ بِمَا يُشْبِهُ الْقُرْآنَ أَوِ الْمَأْثُوْرَ مِنَ الدُّعَاءِ لَا كَلَامَ النَّاسِ ثُمَّ يُسَلِّمُ۔

(۱) الوقایہ صـــ ۱۴۸ جلد اول مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔
(۲) الهدایہ صـــ ۱۱۳ جلد اول مطبوعہ کلام کمپنی کراچی۔

(۳) کنز الدقائق صـــ ۲۶ طبع مجتبائی دہلی
(۴) القدوری صـــ ۲۶ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی۔ وغیرہا من الکتب المتداولہ

ترجمہ:۔ (نمازی) تشہد پڑھے نبی علیہ السلام پر درود بھیجے پھر ایسی دعائیں کرے جو قرآن اور حدیث میں موجود دعاؤں کی طرح ہوں لوگوں کی عام کلام جیسی نہ ہوں پھر سلام کہہ دے۔ اور بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے تشہد کے بعد سلام سے پہلے دعا مانگنے کا حکم فرمایا مگر اس کے باوجود نماز کے بعد بھی دعا مانگنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی ہے بلکہ اس کی بہت زیادہ ترغیب دلائی ہے جیسا کہ پیچھے گذر چکا مثلاً ارشاد ہے۔

(۱) مَنْ صَلّٰى صَلٰوةَ فَرِيْضَةٍ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ وَّ مَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فَلَهٗ دَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ۔

جامع صغیر (علامہ سیوطیؒ) جلد نمبر ۲ صـــ ۶۱۹ حدیث نمبر ۸۸۱۱

ترجمہ:۔ جس نے فرض نماز ادا کی اس کی دعا مقبول ہے اور جس نے قرآن ختم کیا اس کی دعا مقبول ہے۔

(۲) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔

(مشکوٰۃ شریف صـــ ۲۶ (مع المرقات) مطبوعہ بیروت جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ:۔ ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کی گئی یا رسول اللہ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے فرمایا رات کے پچھلے پہر کے درمیان اور فرضی نماز ختم کرنے کے بعد۔

یونہی فرضی نمازسے سلام کہہ کر بے شمار ادعیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں جب کثرت سے دعائیں مانگ لی گئیں تو پھر نماز سے سلام کہہ کر دوبارہ دعا مانگنے کی ضرورت کیا تھی جس کے لیے نبی علیہ السلام نے اہل اسلام کو ترغیب دلائی ؟ لہٰذا جو اعتراض دعا بعد نماز جنازہ پر ہو گا وہی ہر نماز کے بعد مانگی جانے والی دعا پر بھی ہو گا۔ اور اگر دعا بعد نماز پنجگانہ محل اعتراض نہیں تو دعا بعد جنازہ بھی محل اعتراض نہیں یونہی۔ نماز استسقاء نماز کسوف خسوف وغیرہ کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے اسے بھی غلط ٹھہرنا چاہیے۔ معلوم ہوا یہ اعتراض سراسر خلاف روح اسلام ہے۔

ثانیاً ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ بَارَكَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ فِیْ حَاجَۃٍ اَكْثَرَ الدُّعَآءَ فِیْهَا۔

رواہ الخطیب فی التاریخ جلد نمبر ۳ صف ۲۹۹ ترجمہ نمبر ۱۳۸۷ ذکر من اسمہ محمد

ترجمہ:۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انسان کے لیے اس حاجت میں برکت فرما دیتا ہے جس میں وہ کثرت سے دعا کرے۔

اس مضمون کی کئی احادیث آغاز رسالہ میں ہم لکھ آئے ہیں وہاں دیکھی جائیں اس لیے ہم میت کے لیے استغفار کی دعا نماز جنازہ میں کہہ چکنے کے باوجود دوبارہ اسی لیے دعا کرتے ہیں تاکہ اس مضمون کی احادیث پر عمل ہو جائے۔

تیسرا اعتراض جنازہ کے معاملہ میں جلدی کرنا ضروری ہے دیر کرنا حرام ہے اور دعا بعد نماز جنازہ سے میت کو دفن کرنے میں دیر ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ دیکھیے حدیث شریف ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب المشی بالجنازہ الفصل الاول

ترجمہ:۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنازہ میں جلدی کرو اگر وہ اچھا آدمی ہے تو پھر تم اسے اپنے بہتر مقام تک پہنچاؤ گے اور اگر برا آدمی ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم جلد اپنی گردنوں سے اتار پھینکو گے۔

جواب حدیث کا صحیح مفہوم بتلانے سے قبل ہم معترض کو الزاماً یہ کہیں گے، کہ تمہارے اعتراض کا ماحصل صرف یہ ہے کہ اس دعا سے میت کو دفن کرنے میں دیر ہو جاتی ہے، لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ قبر کے تیار ہونے میں ابھی دیر ہو جب کہ نماز جنازہ ہو چکی ہو تو اب بتلائیے کہ دعا کر لیں یا نہ اگر نہ کریں تو کس لیے ؟ جب کہ اعتراض کی بنیاد ہی ختم ہو چکی ہے۔ اور اگر اس حالت میں دعا کرنا جائز ہے تو پھر تم مطلقاً دعا بعد جنازہ کی ممانعت کا فتویٰ کیوں دیتے ہو۔

حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میت کو لے کر قبرستان کی طرف چلنے میں بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے ایسی تاخیر جس کا کوئی بہتر مقصد نہیں جیسا کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ میت کے ساتھ بسا اوقات شدید قلبی تعلق اور وفور جذبات کے باعث اسے زیادہ دیر گھر ہی میں رکھے رہنے دیتے ہیں اور عورتیں اس کے گرد بلا مقصد گھیرا ڈالے بیٹھی رہتی ہیں اسی طرح بعض جہلاء صرف اس لیے نماز جنازہ اور تدفین کو مؤخر کیے رکھتے ہیں کہ فلاں رشتہ دار ابھی نہیں پہنچا۔ جب کہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی غیر معمولی تاخیر سے میت کے جسم میں تغیر آنا شروع ہو جاتا ہے اس لیے شرع نے جلدی کرنا بہتر قرار دیا گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میت کو گھر میں نہ رکھے رکھو جلدی نماز کے لیے اور دفن کے لیے لے چلو۔ یونہی فقہاء کرام نے جہاں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ۔

وَيُسْتَحَبُّ الْإِسْرَاعُ بِتَجْهِيْزِهٖ كُلِّهٖ اَيْ مِنْ حَالِ مَوْتِهٖ اِلٰى اَنْ يُدْفَنَ۔

یعنی میت کی تکفین وتدفین موت سے لے کر دفن تک کے ہر معاملہ میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ بلا مقصد اور بلا غرض میت کے کسی معاملہ میں دیر نہیں کرنا چاہیئے

حدیث وفقہ میں بہتر مقصد کے لیے جنازہ میں تأخیر کرنے کی مثالیں

بخاری شریف عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَجُلٌ اٰخِذٌ مَنْكِبِيْ فَاِذَا عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ۔ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اَنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ۔

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۲۰ کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ:۔ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس ؓ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تھا۔ اور لوگوں نے اُس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا جو حضرت عمر کے لیے دعا کر رہے تھے اور آپ کی تعریف کر رہے تھے یہ معاملہ

آپ کا جنازہ اٹھانے سے قبل تھا۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا کہ ایک شخص نے مجھے ڈرا دیا جس نے اچانک اگر میرا کندھا پکڑ لیا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے عمر آپ اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑ گئے جو آپ سے زیادہ اسباب کا حقدار ہو کہ میں اللہ سے دعا کروں اے اللہ مجھے اس شخص جیسا اعمال نامہ دے دے۔ قسم بخدا! مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (نبی علیہ السلام اور صدیق اکبر رضی) کے ساتھ ملا دے گا۔ کیونکہ میں اکثر نبی علیہ السلام والصلوٰۃ سے یہی سنا کرتا تھا کہ آپ فرماتے تھے میں فلاں جگہ گیا تو میرے ساتھ ابوبکر و عمر تھے۔ میں فلاں جگہ پہنچا تو میرے ساتھ ابوبکر و عمر تھے۔ میں فلاں جگہ سے نکلا تو میرے ساتھ ابوبکر و عمر تھے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

(۱) اس حدیث شریف میں صراحت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھانے سے قبل صحابہ نے آپ کو گھیر رکھا تھا اور آپ کے لیے دعائیں کر رہے تھے پھر اسی موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے آپ کی شان میں ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۲) ثابت ہوا دعاء و تعزیت وغیرہ امور نافعہ سے ارشاد رسول اسرعوا بالجنازہ (یعنی جنازہ کے معاملہ میں جلدی کرو) کی مخالفت نہیں لازم آتی ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز دعاء ثنا میں ایک لحظہ بھی ضائع نہ کرتے اور فوراً فوراً عمر فاروق کا جنازہ اٹھا کر لے جاتے، صاف معلوم ہو گیا کہ دعا

Scanned with CamScanner

کے لیے جنازہ کے معاملہ میں مختصر تاخیر کی جا سکتی ہے۔

(۳) اسی حدیث شریف کا حوالہ دے کر ایک شخص نے مفتی دار العلوم دیوبند سے سوال کیا تھا کہ اس حدیث سے نماز جنازہ سے پہلے میت کے لیے دعا کرنا ثابت ہوتا ہے یا جنازہ کے بعد دعا کرنا۔ اس کے جواب میں مفتی عزیز الرحمان صاحب نے لکھا ہے امور مستحبہ بھی التزام واصرار سے بدعت ہو جاتے ہیں۔ اتفاقاً کسی امر کا پیش آجانا اور ہے اس کے لیے اہتمام کرنا اور بات۔ دیکھیے فتویٰ دار العلوم دیوبند جلد پنجم ششم صفحہ ۱۷۴۔

اور یہ تو ہر کسی کو مسلم ہے کہ نماز جنازہ سے قبل میت کے لیے دعا کو منکرین بھی منع نہیں کرتے لہٰذا مفتی صاحب کا یہ ارشاد بتلا رہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا بعد جنازہ پر اتفاقاً لوگوں کا اجتماع ہو گیا تھا البتہ اس کے لیے اہتمام نہیں کرنا چاہیے۔ مفتی صاحب کے اس ارشاد نے ہمارے موقف کی مزید تائید کر دی ہے۔

دوسری مثال

خلیفہ مقرر کرنے سے قبل مرحوم خلیفہ وقت کو دفن نہ کیا جائے

ردمختار فَالْكُبْرٰى اِسْتِحْقَاقُ تَصَرُّفٍ عَامٍّ عَلَى الْاَنَامِ وَتَحْقِيْقُهٗ فِيْ عِلْمِ الْكَلَامِ وَنَصْبُهٗ اَهَمُّ الْوَاجِبَاتِ فَلِذَا قَدَّمُوْهُ عَلٰى دَفْنِ صَاحِبِ الْمُعْجِزَاتِ۔ (ردمختار)

فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ اَوْ لَيْلَةَ الْاَرْبِعَاءِ اَوْ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ

(عَنِ الْمَوَاهِبِ) وَهٰذِهِ السُّنَّةُ بَاقِيَةٌ اِلَى الْآنَ لَمْ يُدْفَنْ خَلِيْفَةٌ حَتّٰى يُوَلّٰى غَيْرُهٗ۔

(رد المحتار جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۴۸ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ الامامۃ الکبریٰ)

ترجمہ: امامت کبریٰ یہ ہے کہ ایک شخص لوگوں پر عمومی تصرف کا مختار ہو اس کی تحقیق علم کلام میں ہے۔ امام کا مقرر کرنا۔ تمام واجبات سے اہم ہے اسی لیے صحابہ کرام نے یہ کام، صاحب معجزات صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے مقدم رکھا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر دار فوت ہوئے، اور منگل کے دن یا منگل کی رات یا بدھ کے دن آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ (مواہب) اور یہ طریقہ آج تک باقی ہے اور خلیفہ وقت کو اس وقت تک دفن نہیں کیا جاتا۔ جب تک کہ اور شخص کا اس کی جگہ تقرر نہ ہو جائے۔

ثابت ہوا کسی دینی امر کے لیے جس میں مسلمین کی خیر و اصلاح ہو دفن میں تاخیر کرنا مکروہ اور ممنوع نہیں اور نہ ہی حدیث اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ کے خلاف ہے۔ اور کس بے وقوف کو اس میں شک ہے کہ میت کو دعا کی بے حد احتیاج ہے؟ اور ہماری دعا اس کے لیے خزائن قارون سے زیادہ عزیز و نفع رساں ہے اور اس میں لواحقین کے دل کو تسکین و راحت کی بہم رسانی بھی ہے ایسے بہتر امر کے لیے تاخیر یسیر قطعاً خلاف مرضاۃ الٰہیہ نہیں۔

تیسری مثال

نبی علیہ السلام میت کے مقروض ہونے کے متعلق تحقیق کرنے میں جنازہ کی تاخیر فرماتے تھے

بخاری شریف | بخاری شریف اور مسلم شریف اور کنز العمال اور دیگر کتب حدیث مثلاً مسند ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث متعدد طرق سے آتی ہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ تحقیق فرماتے اور پوچھتے تھے کہ اس میت پر قرض تو نہیں اگر ہوتا تو خود نماز نہ پڑھاتے بلکہ کسی اور کو نماز پڑھانے کا حکم فرمادیتے تھے۔ یا یہ کہ کوئی اس کا قرض اپنے ذمہ لیتا تب خود اس کی نماز پڑھاتے تھے۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب الحوالہ اور کتاب الکفالہ ص ۳۰۵)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے فرمایا۔

وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ اِلْتِزَامُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَيْنِ الْمَوْتٰى يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ تَبَرُّعًا عَلٰى مُقْتَضٰى كَرَمِ اَخْلَاقِهِ لَا اَنَّهٗ اَمْرٌ وَاجِبٌ۔

(عمدۃ القاری جلد نمبر ۱۲ ص ۱۱۳ طبع بیروت)

ترجمہ: (قرطبی نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کے قرض اتارنے کی طرف خصوصی توجہ دینا شاید کہ محض حصول ثواب کے لیے تھا جیسا کہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا تقاضا تھا کہ کوئی مسلمان قرضداری کی حالت میں قبر میں نہ جائے) اس لیے نہیں کہ ایسا کرنا واجب تھا۔

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ سے قبل ایک ایسے کام کا اہتمام فرماتے تھے جو

واجب اور لازم تو نہ تھا مگر میت کی اس میں عظیم بھلائی مقصود ہوتی تھی۔ اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو۔ پتہ چلا کہ میت کے لیے نفع رساں کسی امر کے ادا کرنے سے جنازہ کی تاخیر "اسرعوا بالجنازۃ" کے خلاف نہیں۔ اسی زمرہ میں دعا برائے میت بعد نماز جنازہ بھی آجاتی ہے کہ وہ بھی میت کے لیے نفع رساں ہے گو کہ لازم و واجب و فرض نہیں۔ اس سے بھی اسرعوا بالجنازۃ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

چوتھا اعتراض | (۱) مرقات شرح مشکوٰۃ مصنفہ ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ لِاَنَّهٗ يُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِيْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ

یعنی نہ مانگے دعا بعد نماز جنازہ کے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا)

(۲) شرح وقایہ برجندی باب الجنائز میں ہے۔

لَا يَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ لِاَنَّهٗ يُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِيْهَا۔

یعنی نہ مانگے دعا بعد نماز جنازہ کے کیونکہ وہ مشابہ ہے نماز میں زیادتی کے۔

(۳) اسی مضمون کی عبارت قنیہ زاھدی اور جامع الرموز وغیرہ کتب میں ہے خلاصہ یہ ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا فقہائے احناف کے نزدیک ممنوع ہے اس لیے یہ دعا چھوڑ دینی چاہیئے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اور دین میں زیادتی ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔

جواب | اعتراض میں مذکور عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی حالت اور شکل کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنا چاہیئے کہ دیکھنے والوں کو وہم ہو کہ ابھی نماز جنازہ ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ فقہاء کرام کی عادت ہے کہ جس مسئلہ میں کہیں بھی

کی فعل کے سبب خلاف حقیقت صورت کے وھم پڑنے کا احتمال ہو جو باعث فساد ہو تو فقہاء اس فعل سے منع کر دیتے ہیں اور ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ موجب فساد خلافِ حقیقت صورت کا وھم نہ پیدا ہو ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ فعل ہر صورت میں ناجائز اور ممنوع ہے، نہیں نہیں، ہرگز نہیں! دیکھیے دعا عبادت ہی نہیں عبادات کا مغز ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے ہر گھڑی اور ہر آن کے لیے ترغیب دی ہے اسے فقہا کیسے مطلقاً منع کر سکتے ہیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد ایسی حالت پر دعا نہیں کرنا چاہیئے کہ دیکھنے والوں کو نماز جنازہ کے باقی رہنے کا وھم ہو اور وہ اگر اقتداء کرنے کی کوشش کریں۔ جسے ہم اپنے انداز میں یوں سمجھائے دیتے ہیں کہ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد اگر مقتدی حضرات نماز والی حالت اور شکل پر ہی صف بستہ اپنی اپنی جگہ بلا جنبش و حرکت کھڑے رہتے ہیں اور صفیں توڑتے نہیں۔ تو اب امام کو دیکھیں گے یا تو اس نے نمازیوں کی طرف منہ کر لیا ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر وہ دعا کریں گے تو پیچھے سے آنے والے کو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ شائد ابھی نماز ختم نہیں ہوئی، کیونکہ ممکن ہے اس کی نظر مبادرۃً امام پر نہ پڑے اور صفیں اس کیلئے حاجب ہو جائیں خصوصًا جب کہ صفیں لمبی چوڑی اور کثیر تعداد میں ہوں اور اگر امام بھی نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ نہیں کرتا بلکہ حالتِ نماز پر ہی رہتا ہے اور مقتدی بھی حالت نماز کی طرح صف بستہ کھڑے رہتے ہیں اور یوں وہ سب دعا کرتے ہیں تو دیکھنے والا خواہ پیچھے سے آئے یا سامنے سے یہ وھم کرے گا کہ انہوں نے نماز کے ساتھ دعا کا الحاق کر لیا ہے اور دعا کو ایسی شکل دے دی ہے جو نماز والی ہے۔ گویا انہوں نے دعا کو نماز کا جزء بنا رکھا ہے اور نماز میں ایک امر کی زیادتی شامل کر رکھی ہے چنانچہ فقہا نے ایسی حالت اور شکل پر دعا کرنے سے مذکورہ عبارات میں منع کیا ہے۔

ہر انصاف پسند اور منصف مزاج شخص مانے گا۔ کہ مرقات وغیرہ کی عبارات

کے آخری الفاظ لِاَنَّهَا يُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ کا یہی مطلب ہے۔ اور اگر امام نماز جنازہ سے فارغ ہو کر امامت والی جگہ سے دائیں بائیں ہٹ جاتا ہے۔ نمازیوں کی طرف منہ کر لیتا ہے اور نمازی صفیں توڑ کر آگے پیچھے ہو جاتے ہیں آپس میں گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو اب دیکھنے والے کو کسی بھی لحاظ سے نماز میں زیادتی کی مشابہت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی مذکورہ الفاظ لانها يشبه الزيادة في صلوة الجنازة کا کوئی محل رہ جاتا ہے

اعتراض والی مذکورہ عبارات کا مقصد و مفہوم، اس کے فقہی نظائر کی روشنی میں

پہلی نظیر

نماز فجر و عصر کے سلام کے بعد امام رو بقبلہ نہ بیٹھا رہے تاکہ آنے والے کو بقاء جماعت کا وھم نہ ہو۔

فقہ کی کتب میں ہے کہ فجر اور عصر کی نماز ختم کرنے کے بعد امام صاحب کیلیے بہتر ہے لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائیں یعنی سلام کے بعد رو بقبلہ اسی حالت پر رہنا مکروہ ہے تاکہ کہیں بعد آنے والے اور مسجد میں داخل ہونے والے کو یہ شک نہ واقع ہو جائے کہ امام ابھی نماز میں ہے اور وہ اس کی اقتدی کر بیٹھے دیکھیے۔

فَإِنْ كَانَتْ صَلٰوةً لَا تُصَلّٰى بَعْدَهَا سُنَّةٌ كَالْفَجْرِ وَالْعَصْرِ فَإِنْ شَآءَ الْإِمَامُ قَامَ وَإِنْ شَآءَ قَعَدَ فِيْ مَكَانِهٖ يَشْتَغِلُ بِالدُّعَآءِ لِأَنَّهٗ لَا تَطَوُّعَ بَعْدَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالْقُعُوْدِ إِلَّا أَنَّهٗ يُكْرَهُ

الْمُكْثُ عَلٰى هَيْئَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ لَا يَمْكُثُ فِيْ مَكَانِهٖ اِلَّا مِقْدَارَ اَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَرُوِيَ جُلُوْسُ الْاِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ بِدْعَةٌ وَلِاَنَّ مُكْثَهٗ يُوْهِمُ الدَّاخِلَ اَنَّهٗ فِي الصَّلٰوةِ فَيَقْتَدِيْ بِهٖ فَيَفْسُدُ اِقْتِدَاءُهٗ فَكَانَ الْمُكْثُ تَعْرِيْضًا لِفَسَادِ اِقْتِدَاءِ غَيْرِهٖ بِهٖ فَلَا يَمْكُثُ وَلٰكِنَّهٗ يَسْتَقْبِلُ الْقَوْمَ بِوَجْهِهٖ اِنْ شَاءَ اِنْ لَمْ يَكُنْ بِحِذَائِهٖ اَحَدٌ يُصَلِّيْ۔

(بدائع الصنائع جلد اول ص ۱۵۹ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔ اگر وہ نماز ہو جس کے بعد کوئی سُنت نہیں پڑھی جاتی جیسے فجر و عصر ہے تو اس میں امام کو اختیار ہے خواہ کھڑا ہو جائے خواہ وہیں بیٹھا دعا میں مشغول رہے کیونکہ ان دو نمازوں کے بعد کوئی نفل وغیرہ تو ہے نہیں لہٰذا بیٹھا رہنے میں کیا حرج ہے مگر یہ مکروہ ہے کہ رو بقبلہ اسی حالتِ نماز پر بیٹھا رہے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو نماز والی جگہ پر بیٹھے نہیں رہتے تھے مگر صرف اس قدر کہ یہ دعا کر لیتے

اللّٰهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد امام کا جائے نماز

پر رو بقبلہ بیٹھے رہنا بدعت ہے کیونکہ مسجد میں داخل ہونے والے کو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ امام ابھی نماز میں ہے اور یوں وہ اس کی اقتداء کرلے گا اور ظاہر ہے اس کی اقتداء فاسد ہوگی، اس لیے امام کا ایسی حالت پر بیٹھے رہنا کسی آدمی کی فاسد اقتداء کا باعث بن سکتا ہے لہٰذا امام اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے بشرطیکہ سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

دوسری نظیر

نماز ظہر و مغرب و عشاء کے بعد جائے امامت پر امام سنتیں نہ پڑھے تاکہ نئے آنے والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ فرض پڑھ رہا ہے

الجوھرۃ | وَيُكْرَهُ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّتَنَفَّلَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرْضَ وَلَا يُكْرَهُ لِلْمَاْمُوْمِ ذٰلِكَ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اِذَا صَلّٰى اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ وَلِاَنَّهٗ اِذَا تَنَفَّلَ مِنْ مَكَانِهٖ ظَنَّ الدَّاخِلُ اَنَّهٗ فِي الْفَرْضِ فَيَقْتَدِيْ بِهٖ وَرُوِيَ اَنَّ ذٰلِكَ اَيْضًا يُسْتَحَبُّ لِلْمَاْمُوْمِ حَتّٰى يَتَشَوَّشَ الصُّفُوْفُ كَذَا فِي الْكَرْخِيِّ۔

الجوھرۃ النیرہ شرح مختصر القدوری جلد اول ص ۸۶ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان

ترجمہ:۔ امام کے لیے مکروہ ہے کہ اس جگہ نفل پڑھے جہاں اس نے فرض ادا کیے ہیں اور مقتدی کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ جب نماز پڑھ چکے تو کچھ آگے ہو جائے یا پیچھے ہو جائے، اور اس لیے بھی کہ اگر

امام نے وھیں نفل پڑھے تو داخل ہونے والا گمان کرے گا کہ وہ فرض نماز میں ہے تو وہ اسکی اقتداء کرے گا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایسا کرنا مقتدی کے لیے بھی بہتر ہے لہٰذا صفیں بکھر جانی چاہییں ایسا ہی کرنی ہی ہے۔

تیسری نظیر

نماز کے بعد نمازی حضرات سنتیں پڑھنے کے لیے صفیں توڑ دیں تاکہ بقاء جماعت کا وھم نہ رہے

البدائع وَرُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ يُسْتَحَبُّ لِلْقَوْمِ أَيْضًا أَنْ يَنْقُضُوا الصُّفُوْفَ وَيَتَفَرَّقُوْا لِيَزُوْلَ الْاِشْتِبَاهُ عَلَى الدَّاخِلِ الْمُعَايِنِ الْكُلَّ فِي الصَّلٰوةِ الْبَعِيْدِ عَنِ الْإِمَامِ وَلِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

(بدائع الصنائع جلد اول صـ ١٦٠ طبع بیروت)

ترجمہ: امام محمد سے روایت ہے کہ قوم کو چاہیئے کہ صفیں توڑ دیں اور بکھر جائیں تاکہ نئے آنے والے کو جو دور سے دیکھنے والا ہے یہ شبہ نہ ہو کہ سب نماز (فرضی) میں مشغول ہیں (یعنی جماعت کھڑی ہے)

مسلم شریف عَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ إِنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ

مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ، إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا بِذٰلِكَ أَنْ لَا نُوْصِلَ بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ۔

مسلم شریف جلد اول صـ ٢٨٨ کتاب الجمعہ فصل فی النھی عن اتصال صلوٰۃ بصلوٰۃ جمعہ" کانت اور غیرھا مشکوٰۃ شریف باب السنن و فضائلھا الفصل الثالث۔

ترجمہ: عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انہیں (یعنی عمرو بن عطاء کو) حضرت سائب کے پاس بھیجا تاکہ اس سے وہ چیز پوچھی جائے جو نماز کے بارہ میں امیر معاویہ نے ان سے (سائب سے) دیکھی تھی۔ تو سائب نے کہا کہ ہاں! میں نے امیر معاویہ کے ساتھ مقصورہ شہر میں جمعہ پڑھا تھا جب امام نے سلام کہا تو میں نے وھیں کھڑے ہو کر نماز (سنتیں) پڑھنا شروع کر دی، جب امیر معاویہ اپنے گھر جا داخل ہوئے تو مجھے بلایا اور کہا آئندہ ایسا نہ کرنا، جب جمعہ پڑھ چکو تو اسے دوسری نماز کے ساتھ ملایا نہ کرو بلکہ (درمیان میں) کوئی گفتگو کر لیا کرو یا وہاں سے ذرا ہٹ جایا کرو۔ کیونکہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ (ایک نماز) دوسری نماز کے ساتھ نہ ملائیں تاآنکہ کوئی گفتگو کر لیں یا وہاں سے ہٹ جائیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صرف جمعہ کے لیے نہیں بلکہ ہر نماز کے متعلق ہے۔ اور خصوصاً جمعہ کا ذکر اس لیے ہے کہ اگر نماز جمعہ سے فوراً بعد کوئی شخص وہیں دو رکعت پڑھے گا تو امکان ہے کسی کو شبہ ہو جائے کہ اس نے چار رکعت نماز ظہر پڑھی ہے۔

(المرقات علی المشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۸ مطبوعہ بیروت)

قارئین کرام! غور فرمائیں (۱) مذکورہ بالا عبارتِ فقہیہ میں جو چار عدد مسائل مذکور ہوئے ہیں بلا شک و شبہ یہ قلیل الوجود ہیں۔ اور ان مسائل میں دیکھنے والے کو جن اشتباہات کے وقوع کا امکان بتلایا گیا ہے یہ اشتباہات بھی ضعیفہ ہیں قویہ نہیں تاہم فقہاء نے قلیل الوجود اشتباہات کی بناء پر پیدا ہونے والے مسائل کے احکام بھی بیان کر کے اپنی عہدہ برائی کی ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(۲) مذکورہ بالا احکام میں فقہا کا مقصود صرف یہ ہے کہ دیکھنے والا شبہ میں مبتلا نہ ہو جائے لہٰذا احتیاطی تدابیر سمجھا دی گئیں۔ یونہی فقہاء نے دعا بعد جنازہ ایسی حالت کے ساتھ مانگنے سے منع کیا ہے کہ دیکھنے والا شبہ میں پڑ جائے کہ نمازِ ابھی ختم نہیں ہوئی یا اس میں زیادتی کر دی گئی ہے۔ اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ دی جائیں اور پھر دعا کی جائے تو پھر اس پر اقوالِ فقہاء کی زد ہرگز نہیں پڑتی۔

پانچواں اعتراض (۱) خلاصۃ الفتاویٰ جلد اول ص ۱۶۱ (طبع قدیم لاہور) میں ہے

لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَآءِ بَعْدَ صَلوٰۃِ الْجَنَازَۃِ۔

(۲) کشف الغطاء میں ہے۔ قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔

ترجمہ:۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے قائم نہ ہو۔

(۳) یونہی چند ایک اور کتب فقہیہ مثلاً حاشیہ مالابُدّمنہ میں بھی اسی طرح موجود ہے ثابت ہوا فقہاء کے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ممنوع اور ناجائز ہے

جواب مذکورہ عبارات سے یہ ثابت کرنا کہ دعا بعد نماز جنازہ ممنوع اور ناجائز ہے بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے جو علماء کی شان کے لائق نہیں۔

آئیے وضاحت کے ساتھ مذکورہ عبارات کا حقیقی مفہوم سمجھنے کے لیے ذرا توجہ کیجیے۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ نے اپنے قرآن میں اور نبی نے اپنے فرمان میں دعا کے لیے ہر وقت شاغل رہنے کی ترغیب دلائی ہے کہ شروع رسالہ میں گذر چکا۔ لہٰذا نفس دُعا کے ہر وقت اور ہر حال میں ذاتی طور پر حَسَن لِعَینِہٖ ہونے میں کیا شک ہے اس لیے فقہاء کرام نفس دعاء سے تو کسی بھی وقت میں جس میں بعد نماز جنازہ بھی شامل ہے ممانعت نہیں کر سکتے ورنہ وہ کہتے لا یجوز الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ (جنازہ کے بعد دعا ناجائز ہے) یا کہتے الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ممنوع (جنازہ کے بعد دعا ممنوع ہے)۔ فقہاء نے ایسا نہیں فرمایا، ہاں! لفظ قیام کا الحاق کیا ہے چنانچہ کہا۔ لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے قائم نہ ہو۔ اب ہم نے غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ فقہاء شرطِ قیام کے ساتھ نماز جنازہ کے پیچھے دعا کرنے سے روک رہے ہیں۔

ذرا سوچیے کیا محض قیام ایسی چیز ہے جو دعا جیسی نہایت بہترین عبادت کو قابل ممانعت کر دیتی ہے؟ —— یہی جواب ملے گا کہ نہیں محض قیام میں تو ایسی کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن میں ہے یذکرون اللہ

قیاماً وقعوداً و علی جنوبھم وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں قیام کے ساتھ قعود کے ساتھ اور لیٹ کر۔ خود جنازہ اور دیگر تمام نمازیں قیام کے ساتھ ہیں۔

پھر سوچیے خاص کر کے کیا میت کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا قابل ممانعت ہے جواب ملے گا کہ نہیں یہ بھی غلط ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ رات کو آہستہ سے گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لی آپ قبرستان جنت البقیع میں تشریف لے گئے فقام فاطال القیام یعنی آپ نے وہاں دعا کے لیے قیام فرمایا اور طویل قیام فرمایا۔ دیکھیے مسلم شریف جلد اول ص ۳۱۳ فصل فی الدعاء للمیت

(۲) اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔

وَالْمَعْهُوْدُ لَيْسَ مِنْهَا اِلَّا زِيَارَتُهَا وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا كَمَا كَانَ يَفْعَلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْبَقِيْعِ۔

(۱) فتح القدیر جلد اول ص ۴۷۳ فصل فی الدفن۔

(۲) البحر الرائق ص ۱۹۶ جلد نمبر ۲۔

ترجمہ:۔ مسنون یہی ہے کہ قبور کی زیارت کی جائے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کی جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کی طرف جا کر کیا کرتے تھے۔

(۳) اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی چارپائی کے گرد صحابہ کرام کا کھڑے ہو کر دعا و ثناء کرنا بھی ہم بخاری شریف کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا میت کے لیے قیام کے ساتھ دعا کرنا بھی ہر لحاظ سے درست ہے۔

پھر سوچیے ممکن ہے خاص الخاص کر کے میت کے لیے نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا قابل ممانعت ہو ــــــ جواب ملے گا کہ نہیں! یہ بھی غلط ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء غزوۂ موتہ کی نماز جنازہ کے بعد استادہ دعا کی، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نماز جنازہ ہو جانے کے بعد اگر پہنچا کرتے تو دعا کھڑے کھڑے کر لیتے تھے۔ البدائع جلد اول ص ۳۱۱ المبسوط جلد نمبر ۲ ص ۶۷، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ہو جانے کے بعد دعا کی بیہقی شریف ص ۴۔

قیام کا مقصودی معنیٰ جب کسی تاویل و احتمال پر بشرطِ قیام دعا بعد نماز جنازہ قابل ممانعت نہیں ٹھہرتی تو پھر یقین ہو گیا کہ اعتراض میں مذکورہ عبارت میں لفظ قیام کا معنیٰ محض کھڑا ہونا نہیں بلکہ کوئی اور معنیٰ ہے۔

غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ قیام بمعنیٰ توقف کرنا اور کسی بات پر ٹھہرے رہنا بھی آتا ہے۔ جیسا کہ عرف عام میں بھی یہ معنیٰ مستعمل ہے۔ مثلاً پوچھا جاتا ہے کہ آپ کا اس وقت قیام کہاں ہے۔ جواب ہوتا ہے کہ میں فلاں جگہ قیام رکھتا ہوں۔ یعنی ٹھہرا ہوا ہوں۔ اس معنیٰ کے مطابق لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ، کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صرف دعا کے لیے دیر نہ کریں اور ٹھہرے نہ رہیں۔ اس لیے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جنازہ کے بعد دعا مختصر اور جامع ہونی چاہیے یہ نہیں کہ محض اس دعا کی وجہ سے دفن میں غیر معمولی تاخیر ہو جائے، اس طرح کہ لمبی چوڑی سورتیں پڑھنا اور طویل دعا کرنا شروع کر دی جائیں۔

قیام بمعنیٰ توقف و قرار کے نظائر

قرآن کریم لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ،

اہل کتاب سب برابر نہیں ان میں سے ایک گروہ حق پر ڈٹا ہوا ہے۔

(٢) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ پارہ نمبر ٢٥ رکوع نمبر ١٦ بے شک تقویٰ والے امن والی جائے قرار میں ہوں گے۔

(٣) اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ پارہ نمبر ١٩ رکوع نمبر ١٨ میں آپ کے پاس وہ تخت لاؤں گا، قبل اس کے کہ آپ اپنی نشست سے برخاست ہو جائیں۔

(٤) یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا پارہ نمبر ٢١ رکوع نمبر ١٨ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں پس لوٹ چلو۔

لغت عرب وَیَجِیْءُ الْقِیَامُ بِمَعْنَی الْوُقُوْفِ وَالثَّبَاتِ یُقَالُ لِلْمَاشِیْ قِفْ لِیْ تَحَبَّسْ مَكَانَكَ حَتّٰی اٰتِیْكَ وَكَذٰلِكَ قُمْ لِیْ بِمَعْنٰی قِفْ لِیْ وَعَلَیْهِ فَسَّرُوْا قَوْلَهٗ سُبْحَانَهٗ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا، قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالتَّفْسِیْرِ قَامُوْا هُنَا بِمَعْنٰی وَقَفُوْا فِیْ مَكَانِهِمْ غَیْرَ مُتَقَدِّمِیْنَ وَلَا مُتَاَخِّرِیْنَ وَمِنْهُ التَّوَقُّفُ فِی الْاَمْرِ وَهُوَ الْوُقُوْفُ عِنْدَهٗ مِنْ غَیْرِ مُجَاوَزَةٍ لَهٗ وَمِنْهُ الْحَدِیْثُ اَلْمُؤْمِنُ وَقَّافٌ مُتَاَنٍّ ..... وَمِنْهُ قَامَتِ الدَّآبَّةُ اِذَا وَقَفَتْ عَنِ السَّیْرِ وَقَامَ عِنْدَهُمُ الْحَقُّ اَیْ ثَبَتَ وَلَمْ یَبْرَحْ الخ

(لسان المیزان جلد نمبر ١٢ صفحہ ٤٩٦ (م) مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔ قیام یعنی ٹھہرنا اور ثبات پکڑنا بھی آتا ہے۔ جیسے چلنے والے سے کہا جاتا ہے میرے لیے ٹھہر جاؤ یعنی اپنی جگہ میرے آنے تک رک جاؤ۔

ایسے ہی اسے یہ بھی کہا جاتا ہے میرے لئے کھڑے ہو جاؤ یعنی ٹھہر جاؤ اسی معنیٰ پر قول خداوندی واذا اظلم علیھم قاموا کی تفسیر کی گئی ہے۔ کہ جب ان پر اندھیرا چھا جائے تو ٹھہر جاتے ہیں نہ آگے ہوتے ہیں نہ پیچھے، اس معنیٰ پر "توقف فی الامر" کا اشتقاق ہے یعنی کسی بات پر ٹھہر جانا آگے نہ چلنا۔ اسی معنیٰ پر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے المؤمن وَقَّافٌ مُتَاَنٍّ۔ مسلمان بڑا ٹھہرنے والا اور غور و فکر کرنے والا ہے .... اسی سے ہے قامت الدابہ یعنی سواری چلنے سے رک گئی، قام عندھم الحق، حق ان کے پاس ٹھہر گیا (گویا قیام اور وقوف بجائے یکدگر استعمال ہو جایا کرتے ہیں) ١٢

جب قرآن نے اور لغت عرب نے فیصلہ کر دیا کہ قیام، قام، یقوم وغیرہ بمعنیٰ ٹھہرنا استعمال میں کثرت کے ساتھ آتے ہیں تو پھر کیا شک ہے اس میں کہ اعتراض میں ذکر کی گئی عبارات میں یقوم بمعنیٰ یقف اور یستقو ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے دیر نہ کرے اور ٹھہرا نہ رہے بلکہ سلام کے بعد مختصر سی دعا کر کے جنازہ اٹھا لیا جائے۔

نظر ثانی یہ معنیٰ اس لیے ضرور ہے کہ اس کے بغیر عبارتِ مذکورہ در اعتراض قرآن و حدیث سے صریح متعارض و متصادم ہے۔ کیونکہ قرآن تو کہتا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان مجھ سے جب اور جس حالت میں جہاں بھی کوئی دعا کرے میں اس کی دعا سنتا ہوں۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اطلبوا الخیر دھرکم کلہ — یعنی اپنے رب سے ہر گھڑی خیرات مانگو، خصوصاً نماز جنازہ کے بعد خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا بھی مانگیں دعا کا حکم بھی دیں اور دعا کرنے والے کو شاباش بھی دیں ایسے میں فقہاء کیوں کر فرما سکتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے قائم رہنا ثابت ہوا فقہاء محض کھڑے ہو کر دعا کرنے

سے نہیں بلکہ ٹھہر کر اور دیر کر کے لمبی چوڑی دعا سے روک رہے ہیں ۔ ورنہ مخالفین سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا فقہاء کی عبارات کا یہ معنیٰ ہے کہ کوئی شخص نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا نہ مانگے بلکہ دعا کے لیے بیٹھ جائے اور بیٹھ کر دعا کرے ۔ یقیناً یہ معنیٰ مخالفین کو تسلیم نہ ہوگا تو پھر انہیں چاہیئے کہ وہی معنیٰ تسلیم کر لیں جو ہم اہل سنت نے ذکر کیا ہے ۔

چھٹا اعتراض

علامہ زاہدی نے اپنی کتاب قنیہ میں امام ابوبکر بن حامد سے روایت کی ہے

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَامِدٍ اِنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ مَکْرُوْہٌ ۔

یعنی ابوبکر بن حامد سے روایت ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ مکروہ ہے ۔

جب فقہاء دعا بعد نماز جنازہ مکروہ بتلا رہے ہیں تو پھر بحث کو ختم کر دینا چاہیئے اور حق تسلیم کر لینا چاہیئے ۔

جواب اوّل الزامی جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ قنیہ کی اس عبارت میں بعد صلوٰۃ الجنازۃ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ ہو جانے کے بعد کسی بھی حالت میں دعا کرنا مکروہ ہے خواہ دفن سے پہلے ہو خواہ دفن کے بعد کیونکہ یہ سارا عرصہ بعد صلوٰۃ الجنازۃ میں شامل ہے ۔ اور منکرین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دفن کے بعد دعا جائز ہے جب کہ مذکورہ عبارت میں ایسی کوئی صراحت نہیں ۔ لہٰذا یہ عبارت منکرین کے بھی خلاف ٹھہرتی ہے چہ جائیکہ وہ اس سے استدلال کریں ۔ اگر وہ کہیں کہ نہیں جی! "بعد صلوٰۃ الجنازۃ" سے بعدیت متصلہ مراد ہے کہ نماز جنازہ سے متصلاً بعد دعا مکروہ ہونا مراد ہے ۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ پھر تسلیم کر لو کہ باب اوّل کی فصل دوم در احادیث میں جہاں کہیں بعد الصلوٰۃ کا لفظ ہم نے نقل کیا

ہے وہاں بھی بعدیت متصلہ مراد ہے ۔

یاد رہے یہ الزامی جواب گذشتہ تمام اعتراضات کے لیے بڑا نافع رہے جس سے منکرین کو گلو خلاصی کرانا مشکل ہے ۔

جواب دوم جس کتاب قنیہ نامی سے تم نے مذکورہ عبارت نقل کی ہے، نہ یہ کتاب اس لائق اعتماد و استناد ہے اور نہ اس کا مصنف علامہ زاہدی اس مقام کا حامل ہے کہ اس کی بات حجت ہو، اس کی اپنی بات کا حجت ہونا تو کجا، فقہاء کے نزدیک اگر وہ کسی اور امام یا فقیہ سے کوئی بات نقل کرے تو وہ بھی اس وقت تک قابل حجت نہیں جب تک کوئی اور فقیہ وہی بات اس امام سے نقل نہ کرے جس سے زاہدی نے نقل کی ہو معلوم ہوا کہ زاہدی کی نقل کا اعتبار نہیں کسی اور فقیہ کی نقل پر ہی اعتبار ہو سکتا ہے

وجہ یہ ہے کہ زاہدی نہ صرف یہ کہ معتزلی ہے بلکہ اس نے فقہ حنفی میں بعض اعتزالی فروع اس انداز سے داخل کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعد والے اصحاب متون و شروح نے فقہی مسائل میں انہیں من و عن نقل کر دیا اور یوں فقہ حنفی کے صاف و شفاف چہرہ کو داغدار کرنے کی بلیغ کوشش کی گئی، چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد نمبر ۲ ص ۱۸۵ کتاب البیوع باب المتفرقات میں اور فتح القدیر شرح ہدایہ جلد نمبر ۲ ص ۴۹۲ کتاب النکاح باب نکاح الرقیق میں نکاح عبد بغیر اذن مولاہ میں بعد العتق تنفیذ نکاح کے مسئلہ میں اور علامہ ابن عابدین نے رد المحتار جلد نمبر ۶ ص ۲۹۸ کتاب الذبائح اور اسی جلد نمبر ۶ کے ص ۴۵۵ کتاب الاشربہ میں معتزلین اور خصوصاً زاہدی کی شرارتوں پر تنبیہ فرمائی ہے ۔ چونکہ ہمیں اس وقت صرف کتاب قنیہ اور اس کے مصنف زاہدی کا حال بتلانا مقصود ہے اس لیے سردست صرف یہی کچھ بیان کیے دیتے ہیں ۔

قنیہ کتاب سے فتوےٰ دینا ناجائز ہے کہ وہ مجموعۂ رطب و یابس ہے

لَا یَجُوْزُ الْاِفْتَاءُ مِنَ الْکُتُبِ الْمُخْتَصَرَۃِ کَالنَّھْرِ وَشَرْحِ الْکَنْزِ لِلْعَیْنِیِّ وَالدُّرِّ الْمُخْتَارِ شَرْحِ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ اَوْ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَالِ مُؤَلِّفِیْھَا کَشَرْحِ الْکَنْزِ لِمُلَّا مِسْکِیْنٍ وَشَرْحِ النِّقَایَۃِ لِلْقُھُسْتَانِیِّ اَوْ لِنَقْلِ الْاَقْوَالِ الضَّعِیْفَۃِ کَالْقُنْیَۃِ لِلزَّاھِدِیِّ اِلَّا اِذَا عُلِمَ الْمَنْقُوْلُ عَنْہُ وَاَخْذُہٗ مِنْہُ۔

(۱) ردالمحتار جلد اول ص۲۷ خطبۃ الکتاب۔

(۲) مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایہ (مولانا عبد الحی دیوبندی) ص۱

ترجمہ:- مختصر کتب سے فتویٰ دینا جائز نہیں جیسے النہر اور شرح الکنز (علامہ عینی) اور الدر المختار شرح تنویر الابصار ہے۔ اسی طرح جن کتب کے مصنفین کا حال معلوم نہ ہو ان سے فتویٰ دینا جائز نہیں جیسے شرح الکنز (ملا مسکین) اور شرح النقایہ (قہستانی) ہے۔ یونہی جن کتب میں ضعیف اقوال نقل کیے جاتے ہوں۔ ان سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ جیسے کہ زاھدی کی کتاب قنیہ ہے البتہ جب معلوم ہو جائے کہ زاھدی نے کس کا قول نقل کیا ہے اور واقعی یہ اس کا قول ہے تب اس سے فتویٰ جائز ہے (یہ ہم آگے چل کر بتلائیں گے کہ یہ شرط کیونکر پوری ہو سکتی ہے

غور فرمائیں | جب علامہ ابن عابدین شامی نے فیصلہ کر دیا اور ایسے دیوبندی مکتب

فکر کے معتبر عالم علامہ عبد الحی نے نقل کر دیا اور وہ بھی "فوائد مفیدہ للمفتی والمصنف" جیسے ناصحانہ عنوان کے تحت تو اب اعتراض میں مذکورہ عبارت کا وزن بلکہ ضعف کھل کر سامنے آگیا

(قنیہ سمیت زاہدی کی تمام تصانیف غیر معتبر ہیں)

مقدمہ عمدۃ الرعایۃ | وَمِنَ الْکُتُبِ الْغَیْرِ الْمُعْتَبَرَۃِ...... تَصَانِیْفُ نَجْمِ الدِّیْنِ مُخْتَارِ بْنِ مَحْمُوْدِ

بْنِ مُحَمَّدِ الزَّاھِدِیِّ الْمُعْتَزِلِیِّ الْاِعْتِقَادِ الْحَنَفِیِّ الْفُرُوْعِ الْمُتَوَفّٰی سَنَۃَ سِتٍّ وَخَمْسِیْنَ وَسِتِّمِائَۃٍ کَالْقُنْیَۃِ وَالْحَاوِیْ وَالْمُجْتَبٰی شَرْحِ مُخْتَصَرِ الْقُدُوْرِیِّ وَزَادِ الْاَئِمَّۃِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ قَالَ فِیْ تَنْقِیْحِ الْفَتَاوٰی الْحَامِدِیَّۃِ نَقْلُ الْحَامِدِیِّ لَا یُعَارِضُ نَقْلَ الْمُعْتَبَرَاتِ النُّعْمَانِیَّۃِ فَاِنَّہٗ ذَکَرَ ابْنُ وَھْبَانَ اَنَّہٗ لَا یُلْتَفَتُ اِلٰی مَا نَقَلَہٗ صَاحِبُ الْقُنْیَۃِ مُخَالِفًا لِلْقَوَاعِدِ مَا لَمْ یَعْضُدْہُ نَقْلٌ مِنْ غَیْرِہٖ وَمِثْلُہٗ فِی النَّھْرِ اَیْضًا

(مقدمۃ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ)

ترجمہ:- وہ کتابیں جو فقہ میں غیر معتبر ہیں ان میں سے نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاھدی کی تصانیف ہیں یہ اعتقاداً معتزلی اور فروع میں حنفی ہے سن وفات ۶۵۶ ہجری ہے۔ اس کی غیر معتبر تصانیف یہ ہیں قنیہ، حاوی، مجتبیٰ شرح قدوری، زاد الائمہ وغیرہ۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں لکھا ہے کہ زاہدی کی نقل (کسی فقیہ کے فتویٰ کی روایت) معتبر فقہی جزئیات کے مقابلہ میں غیر مقبول ہے ابن وھبان نے کہا قواعد فقہیہ کے خلاف صاحب قنیہ کی نقل کی طرف متوجہ نہیں دینا چاہیئے تا آنکہ کوئی اور فقیہ اسی نقل کی

تائید نہ کرے۔

زاھدی پکا معتزلی ہے جس کی عبارت کو منکرین حجت بناتے ہیں

الدر المختار وَلَقَدْ اَفْصَحَ الزَّاهِدِيُّ عَنْ اِعْتِزَالِهٖ هُنَا

رد المختار قَوْلُهٗ وَلَقَدْ اَفْصَحَ الزَّاهِدِيُّ الخ ۔ حَيْثُ قَالَ فِي الْمُجْتَبٰى بَعْدَ ذِكْرِهٖ عِبَارَةَ الْهِدَايَةِ ۔ قُلْتُ! وَمَذْهَبُ اَهْلِ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِيْدِ اَنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ الخ ۔

فَعَدَلَ عَنِ الْهِدَايَةِ وَ سَمّٰى اَهْلَ عَقِيْدَتِهٖ بِاَهْلِ الْعَدْلِ وَالتَّوْحِيْدِ، لِقَوْلِهِمْ بِوُجُوْبِ الْاَصْلَحِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَ اَنَّهٗ لَوْلَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ لَكَانَ جَوْرًا مِنْهُ تَعَالٰى وَقَوْلِهِمْ بِنَفْيِ الصِّفَاتِ وَ اَنَّهٗ لَوْكَانَ لَهٗ صِفَاتٌ قَدِيْمَةٌ لَتَعَدَّدَ الْقُدَمَاءُ وَالْقَدِيْمُ وَاحِدٌ ۔

(رد المختار جلد دوم ص۵۹۷ کتاب الحج باب الحج عن الغیر)

ترجمہ: ۔ (الدر المختار) زاھدی نے یہاں اپنا معتزلی ہونا خوب واضح کر دکھایا ہے (رد المختار) کیونکہ اس نے اپنی مجتبیٰ کتاب میں ہدایہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ میں (زاھدی) کہتا ہوں۔ اہل عدل اور اہل توحید کا مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج بدل نہیں کر سکتا الخ۔

تو زاھدی نے راہ ہدایت سے سرگردانی کرتے ہوئے اپنے ہم عقیدہ لوگوں

(معتزلین) کو اہل عدل اور اہل توحید کا نام دے دیا ہے۔ زاھدی نے انہیں اہل عدل تو اس لیے کہا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ بہتر کام کا کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اگر نہ کرے تو وہ ظالم ٹھہرے گا۔ اور اہل توحید کا لقب اس لیے دیا ہے کہ وہ صفات خداوندی کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اگر اللہ کے لیے صفات قدیمہ ہوں تو تعدد قدماء لازم آئے گا حالانکہ قدیم صرف ایک (اللہ) ہے۔

توضیح اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کا کرنا لازمی اور ضروری اور واجب نہیں ورنہ وہ مجبور عاجز ٹھہرے گا حالانکہ اس کی شان ہے۔
وَيَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ۔ (وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ مختار ہے) جب کہ اس کے برخلاف معتزلہ حضرات کا مذہب ہے کہ اچھے کام کا کرنا اللہ پر لازم ہے، حالانکہ ان کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی لاتعداد آیات سے ٹکراتا ہے اس کے باوجود زاہدی نے یہ مذہب اختیار کرنے پر معتزلہ کو شاباش دی اور انہیں اہل عدل قرار دیا۔ صاف ظاہر ہوا کہ زاھدی خود معتزلہ میں سے ہے (اور اس کے نزدیک سب امت مسلمہ خدا کو ظالم کہتی ہے۔

یونہی امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں اور وہ اس کی ذات کی طرح قدیمہ ہیں۔ جب کہ معتزلہ اللہ کی صفات کا انکار کرتے ہیں۔ اس پر زاھدی نے انہیں اہل توحید کے لقب سے نواز دیا۔ پھر کیا شک ہے کہ وہ خود پکا معتزلی ہے اور اس کے نزدیک سب اہل سنت مشرک ہیں۔

بشمول مذہب حنفی تمام مذاہب فقہیہ کا فتویٰ ہے کہ کسی شخص کے عاجز عن اداء الحج ہونے کے باعث کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے جب کہ معتزلہ اسے جائز نہیں سمجھتے جس پر زاھدی نے فقہ حنفی میں یہ شرارت داخل کرنے کی کوشش کی کہ عدل والوں کا مذہب یہ ہے کہ حج بدل نہیں کیا جاسکتا۔

Scanned with CamScanner

خوش نصیبی ہے دعا بعد جنازہ کے منکرین کی، کہ انہیں معتزلہ مذہب کی وراثت ملی ہے۔ اور انہوں نے معتزلہ کے مولوی زاھدی کی بات کو اپنے لیے نعمتِ عظمیٰ سمجھا ہے۔ اور ہر وقت اور گھڑی دعا کرنے کے جواز پر دال تمام قرآنی آیات واحادیث نبوی کو چھوڑ کر اور نماز جنازہ کے بعد نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے دعا مانگنے کے ثبوت پر مشتمل احادیث وآثار سے اعراض کر کے اپنے لیے حجت بنایا تو معتزلہ کی بات کو، اور بلاشک وشبہ یہی طرزِ فکر معتزلہ کا تھا، جو منکرین نے اپنا لیا۔ زہے نصیب۔

جواب چہارم جب کسی مخصوص صورت حال کا حکم مخصوص کتب فقہیہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ آئے (کسی میں مطلقاً اور کسی میں تقییداً) تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جاتا ہے تاکہ اقوالِ فقہاء میں تضاد کم سے کم متصور ہو۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اگر زاھدی معتزلی کی مذکورہ عبارت "ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ (یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے) کو لائق اعتبار سمجھ بھی لیا جائے تو اس عبارت میں مطلقاً بغیر شرط قیام وتشبیہ زیادت کے دعا بعد جنازہ کو مکروہ کہا گیا ہے جبکہ چوتھے اور پانچویں اعتراض کے ضمن میں مذکور عبارات میں یا قیام بمعنیٰ دیر کرنے کی قید ہے یا تشبیہِ زیادت فی الصلوٰۃ کی قید ہے اس لیے قنیہ کی عبارت کو بھی انہی عبارات کے مفہوم پر حمل کیا جائے گا۔ اور معنیٰ یہ کیا جائے گا کہ نماز جنازہ کے بعد نماز والی حالت پر دعا کرنا مکروہ ہے یہ نہیں کہ مطلقاً دعا کرنا ہی سرے سے مکروہ ہے۔

ساتواں اعتراض رسالہ "تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازۃ" میں عزیز شاہ صاحب بخاری دیوبندی لکھتے ہیں۔

(بیسواں ثبوت) درالمختار میں پہلی دوسری تیسری تکبیر کا ذکر کرنے کے بعد آتا ہے

وَيُسَلِّمُ بِلَا دُعَاءٍ بَعْدَ الرَّابِعَةِ بِتَسْلِيمَتَيْنِ نَاوِيًا الْمَيِّتَ مَعَ الْقَوْمِ۔

(یعنی) بعد چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے دونوں طرف سلام پھیر دے جس میں میت کی مع قوم کے نیت رکھے (اکیسواں ثبوت) نور الایضاح کے باب احکام الجنائز میں آتا ہے ۱۲۔

وَيُسَلِّمُ بَعْدَ الرَّابِعَةِ مِنْ غَيْرِ دُعَاءٍ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بغیر دعا کے یہی ظاہر روایت میں ہے۔ ۱۲۔

جس سے معلوم ہوا کہ ظاہر روایت میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل یا سلام کے بعد کوئی دعا معہود نہیں ہے۔ فقہاء احناف نماز جنازہ کے بعد دعا کو غیر ثابت اور مکروہ کہتے ہیں اور اس ترک دعا بعد از جنازہ کو ظاہر روایت سے تعبیر کرتے ہیں الخ۔

(رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ص ۵۵ تا ص ۵۶)

جواب اوّل مذکورہ دونوں عبارات کا دعا بعد نماز جنازہ سے کوئی بھی تعلق نہیں کیونکہ ان کا مفہوم یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی پھیرنا چاہیئے اور سلام سے پہلے چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ عبارات میں سلام سے قبل دعا سے رد کیا گیا ہے سلام کے بعد دعا سے نہیں رد کیا گیا۔ اور یہ بہت بڑا دھوکہ اور فراڈ ہے کہ مذکورہ دونوں عبارتوں یا اس مفہوم کی دوسری فقہی عبارتوں سے دعا بعد نماز جنازہ کی ممانعت نکالی جاتی اور عربی سے ناواقف لوگوں کو الو بنایا جاتا ہے، کیونکہ ان عبارات میں "یُسَلِّمُ بِلَا دُعَاءٍ (یعنی سلام کہا جائے بغیر دعا کے) کا جملہ مفید ہے اور "بعد الرابعة" (چوتھی تکبیر کے بعد) اس کی قید جس کا صاف صاف اور واضح مفہوم یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا پڑھے بغیر سلام کہا جائے۔

ان عبارتوں سے یہ مفہوم لینا کتنی بڑی حماقت یا فراڈ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے پیچھے دعا نہیں مانگنا چاہیئے، دیانت دار آدمی ایسا نہیں کیا کرتے

جواب دوم اگر مذکورہ دونوں عبارتوں کا مفہوم یہی ہے کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا نہیں مانگنا چاہیئے تو پھر آئیے ان عبارتوں کی تفسیر دیکھ لیتے ہیں، تاکہ حقیقت کھل جائے۔

ردالمختار شرح درالمختار میں درالمختار کی مذکورہ عبارت (جو دیوبندی صاحب نے استدلال میں پیش کی ہے) کی شرح میں یوں لکھا ہے۔

(قوله بلا دعاء) هُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ وَقِيلَ يَقُولُ
اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ
وَقِيلَ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا الخ وَقِيلَ يُخَيَّرُ بَيْنَ السُّكُوتِ وَالدُّعَاءِ

ردالمختار جلد دوم صـ ۲۱۳

ترجمہ:۔ قول بلا دعاء (دعا نہیں مانگنی چاہیئے) ظاہر مذہب ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ دعا مانگتا۔

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دعا مانگنا چاہیئے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا الخ اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ دعا مانگے خواہ نہ مانگے۔

الاصباح حاشیہ نورالایضاح میں نورالایضاح کی مذکورہ در اعتراض عبارت (جس سے معترض نے دلیل بنائی ہے) کے حاشیہ پر مولانا اعزاز علی دیوبندی لکھتے ہیں۔

قوله في ظاهر الرواية) اِسْتَحْسَنَ بَعْضُ الْمَشَائِخِ اَنْ يَقُولَ رَبَّنَا

آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ اور رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔

یعنی بعض مشائخ نے بہتر قرار دیا ہے کہ کہا جائے
ربنا آتنا فی الدنیا حسنة الخ یا ربنا لا تزغ قلوبنا الخ

(حاشیہ نورالایضاح صـ ۱۲۸ کتاب الجنائز)

اب ہم دیوبندی معترض صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ درمختار اور نورالایضاح کی جن عبارتوں سے تم نے دعاء بعد نماز جنازہ کے ممانعت کا استدلال کیا ہے انہی عبارات کی شرح میں مولانا اعزاز علی دیوبندی اور علامہ شامی مختلف الفاظ کی قرآنی دعائیں جائز قرار دے رہے ہیں گویا دعا بعد جنازہ ان الفاظ کے ساتھ ان کے نزدیک جائز ٹھہری اب بتلاؤ! تمہاری مانیں یا تمہارے مسلک کے مسلم امام اعزاز علی صاحب دیوبندی کی! حقیقت یہ ہے کہ تم نے فراڈ کرنا چاہا تو تمہارے گلے میں پڑ گیا۔ اور گلو خلاصی کرانا مشکل ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

ایک تحقیقی بحث

کیا نماز جنازہ محض دعا ہے

یہ کہنا مبنی برحقیقت ہے کہ نماز جنازہ ایک فرضی نماز ہے تاہم فرض کفایہ ہے اور قرآن کریم نے ہر نماز کے بعد دعا کا حکم دیا ہے ۔ جو اپنے عموم کے ساتھ نماز جنازہ پر بھی صادق آتا ہے یونہی جن احادیث میں ہے کہ نماز کے بعد دعا مستجاب ہوتی ہے ایسی احادیث بھی نماز جنازہ کو شامل ہیں اور اس کے بعد دعا کو مستجاب قرار دیتی ہیں ۔ جس کی چند جھلکیاں قارئین کرام پچھلے صفحات میں دیکھ چکے ہیں ۔

مگر دعا بعد جنازہ کے منکرین نے اس حقیقت کا سرے سے انکار کیا اور کہا کہ نہیں نہیں ! نماز جنازہ کی حقیقت صرف ایک دعا کی سی ہے اور یہ کوئی نماز نہیں

ہے ۔ لیکن جب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ صرف دعا ہے تو اسے دعا جنازہ کہا کرو نماز جنازہ کیوں کہتے ہو ؟ تو پھر منہ بسورنے لگتے ہیں ۔ منکرین کی کتابیں نماز جنازہ نماز جنازہ ، نماز جنازہ کے الفاظ سے اٹی پڑی ہیں کہیں بھی اسے دعا جنازہ نہیں کہا گیا ۔ پھر بھی کہے جاتے ہیں کہ یہ نماز نہیں محض دعا ہے ۔

آئیے فقہی عدالت سے اس کا فیصلہ کروا دیتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے ۔

ہدایہ | فَاِنْ صَلُّوْا عَلٰی جَنَازَۃٍ رُکْبَانًا اَجْزَأَهُمْ فِی الْقِیَاسِ لِاَنَّهَا دُعَاءٌ وَفِی الْاِسْتِحْسَانِ لَا یُجْزِئُهُمْ لِاَنَّهَا صَلٰوۃٌ مِنْ وَجْهٍ لِوُجُوْدِ التَّحْرِیْمَۃِ فَلَا یَجُوْزُ تَرْکُہٗ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ اِحْتِیَاطًا ۔

(ہدایۃ اولین باب الجنائز)

ترجمہ : ۔ اگر لوگوں نے میت کی نماز سواریوں پر پڑھی ۔ تو قیاس کے نزدیک تو جائز ہے کیونکہ وہ دعا ہے اور استحسان (راجح قیاس) یہ ہے کہ سواریوں پر نماز پڑھ لینا کفایت نہیں کرتا اس لیے کہ وہ من وجہ نماز ہے کیونکہ اس میں تکبیر تحریمہ بھی تو ہے لہٰذا اس کا (یعنی قیام کا) چھوڑنا بلا عذر ناجائز ہے ۔ احتیاطاً ۔

ہدایہ کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ قیاس کے نزدیک جنازہ محض دعا ہے اس لیے قیاس کہتا ہے کہ کسی عذر کے بغیر بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر جنازہ پڑھنا جائز ہے مگر یہ قیاس (جو منکرین نے اپنایا ہے) استحسان کے خلاف ہے استحسان کہتا ہے کہ اس کی حیثیتِ دعا کو ارجح و اغلب کہنا غلط ہے ۔ (جو کہ منکرین کا وطیرہ ہے) بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ حیثیتِ نماز کو جنازہ میں راجح مانا جائے کیونکہ اس میں دیگر نمازوں والے ارکان موجود ہیں ۔ تکبیر تحریمہ ہے قیام ہے اور سلام بھی ۔

Scanned with CamScanner

ہمیشہ استحسان کو قیاس پر ترجیح ہوتی ہے

الحسامی بالنامی | وَهٰذَا اَیْ تَرْجِیْحُ الْقِیَاسِ عَلَی الْاِسْتِحْسَانِ قِسْمٌ عَزَّ وُجُوْدُهٗ اَیْ قَلَّ وَاَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ وَهُوَ اَنْ یُتَرَجَّحَ الْاِسْتِحْسَانُ عَلَی الْقِیَاسِ فَاَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُحْصٰی فَمَنْ شَآءَ اَنْ یَطَّلِعَ عَلٰی اَمْثِلَتِهٖ فَلْیَرْجِعْ اِلَی الْهِدَایَةِ فَاِنَّهٗ مَمْلُوٌّ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ فَلِذَا مَا اَوْرَدْنَا مِثَالًا لَهٗ۔

الحسامی مع النامی ص۲۲۰ مطبوعہ نور محمد کراچی آرام باغ

ترجمہ: اور یہ یعنی استحسان پر قیاس کی ترجیح ایسی قسم ہے جس کا وجود نہایت قلیل ہے اور قسم اول یعنی قیاس پر استحسان کو ترجیح دینا تو اس کا وقوع گنتی میں آنے سے باہر ہے جو شخص اس کی مثالیں دیکھنا چاہے وہ ہدایہ پڑھے ہدایہ اس قسم سے بھرا ہوا ہے اس لیے ہم نے اس کی مثال نہیں دی۔

ہمارا خیال ہے قارئین کرام! کہ آپ پر ان لوگوں کے اس دعویٰ کی حقیقت آشکارا ہو گئی ہو گی جو جنازہ میں دعا کی حیثیت کو اغلب وارجح و اعدل کہنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور نماز کی جہت کو کالعدم سمجھتے ہیں۔ تاہم نماز جنازہ کے درحقیقت دعا نہیں بلکہ نماز ہونے پر مزید دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

دلیل دوم: نماز جنازہ کے لیے نماز والی ہی شرائط مقرر ہیں اور نصف ارکان بھی

عینی شرح ہدایہ | وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاَشْهَبُ، وَآخَرُوْنَ وَقَالَ ابْنُ قُدَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا اَعْلَمُ فِیْهِ خِلَافًا۔ وَاَرَادَ بِالتَّحْرِیْمَةِ التَّکْبِیْرَةَ الْاُوْلٰی فَاِنَّهَا رُکْنٌ فِیْهِ وَکَذٰلِكَ یُشْتَرَطُ فِیْهَا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَالطَّهَارَةُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاِزَالَةُ النَّجَاسَةِ۔ (عینی شرح ہدایہ جلد دوم ص۱۰۰۰ طبع بیروت)

ترجمہ: امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور اشہب اور دیگر فقہاء بھی یہی کہتے ہیں (کہ چونکہ نماز جنازہ نماز ہے اور اس میں قیام شرط اور بلا عذر قیام چھوڑنا بوجہ نماز ہونے کے ناجائز ہے) ابن قدامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں دیکھا، تحریمہ سے مراد تکبیر تحریمہ ہے کیونکہ وہ نماز جنازہ میں رکن ہے۔ اسی طرح اس میں استقبال قبلہ، طہارت (جنابت وحدث سے دوری) ستر عورت، اور (بدن لباس ومقام سے) نجاست کا دور کرنا بھی شرط ہے۔

فتح القدیر | حَتّٰی یُشْتَرَطُ لَهَا مَا سِوَی الْوَقْتِ مِمَّا یُشْتَرَطُ لِلصَّلٰوةِ فَکَمَا اَنَّ تَرْكَ التَّکْبِیْرِ وَالْاِسْتِقْبَالِ یَمْنَعُ الْاِعْتِدَادَ بِهَا کَذٰلِكَ تَرْكُ الْقِیَامِ۔

(فتح القدیر جلد اول کتاب الجنائز ص۴۶۱ طبع مصر)

ترجمہ: (نماز جنازہ کے نماز ہونے کی وجہ سے یہ امر ہے) کہ وقت کے سوا نماز کی تمام شرائط کا پایا جانا نماز جنازہ کے لیے ضروری ہے لہٰذا جیسے تکبیر تحریمہ اور استقبال قبلہ چھوڑنا نماز جنازہ کو ناجائز بنا دیتا ہے اور وہ گنتی میں نہیں آتی اس طرح قیام کا چھوڑنا بھی اسے ناجائز بنا دیتا ہے۔

امام ابن ہمام کی بات درست ہے کہ نماز جنازہ کے لیے نماز والی ہی شرائط مقرر ہیں البتہ وقت کی شرط اس کے لیے نہیں۔ مگر اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ حدیث

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق طلوع وزوال وغروبِ آفتاب کے تین اوقات میں جیسے دیگر نمازیں ممنوع ہیں اسی طرح نماز جنازہ بھی ممنوع ہے۔

البدائع: اَمَّا مَا تَعُمُّ بِهٖ فَكُلُّ مَا يُعْتَبَرُ شَرْطًا لِصِحَّةِ سَائِرِ الصَّلَوَاتِ مِنَ الطَّهَارَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ وَالْحُكْمِيَّةِ وَاسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالنِّيَّةِ يُعْتَبَرُ شَرْطًا لِصِحَّتِهَا حَتّٰى لَوْ اَنَّهُمْ صَلَّوْا عَلٰى جِنَازَةٍ وَالْاِمَامُ غَيْرُ طَاهِرٍ فَعَلَيْهِمُ الْاِعَادَةُ......

(بدائع الصنائع جلد اوّل ص۳۱۵ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ جن بنیادوں پر نماز جنازہ درست قرار پاتی ہے وہ یہ ہیں کہ جو شرائط صحت صلوٰۃ کے لیے مقرر ہیں جیسے طہارت ہے حقیقیہ ہو یا حکمیہ۔ استقبال قبلہ ہے ستر عورت ہے نیت ہے یہی شرائط نماز جنازہ کی صحت کے لیے ہیں لہٰذا اگر لوگوں نے جنازہ پڑھا اور امام بے وضو تھا تو نماز جنازہ کو لوٹایا جائے گا۔

یہ عبارات بطور مثال پیش کی گئی ہیں ورنہ ایسی ان گنت عبارات ہیں جسے شوق ہو وہ کتب فقہ کا مطالعہ کرے۔ ان عبارات سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہے؟ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیگر نمازوں کی طرح ایک نماز ہے۔

علامہ عبدالحی دیوبندی کا فتویٰ

(لوجود التحريمة) وَلِوُجُوْدِ السَّلَامِ وَاشْتِرَاطِ الطَّهَارَةِ وَاسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ وَنَحْوِهِمَا لَهَا مِمَّا يُشْتَرَطُ لِلصَّلَوَاتِ

وَلِهٰذَا اُطْلِقَ عَلَيْهَا لَفْظُ الصَّلٰوةِ اِطْلَاقًا شَائِعًا۔

(عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ ص۲۵۵ جلد اول)

ترجمہ:۔ نماز جنازہ نماز ہے اس لیے کہ اس میں تکبیر تحریمہ ہے اور سلام ہے اور دیگر نمازوں کی شرائط مثلاً طہارت استقبال قبلہ وغیرہ بھی اس کے لیے ہیں۔ اسی لیے اس پر نماز کا لفظ مطلقاً استعمال ہوتا ہے۔

دلیل سوم۔ نماز جنازہ کے مفسدات نماز والے مفسدات ہیں

البحر الرائق: وَاَمَّا مَا يُفْسِدُهَا فَمَا اَفْسَدَ الصَّلٰوةَ اَفْسَدَهَا۔ جلد دوم ص۱۸۰

البدائع: وَاَمَّا بَيَانُ مَا يَفْسُدُ بِهٖ صَلٰوةُ الْجِنَازَةِ فَنَقُوْلُ اِنَّهَا تَفْسُدُ بِمَا تَفْسُدُ بِهٖ سَائِرُ الصَّلَوَاتِ۔ البدائع جلد اول ص۳۱۶

ترجمہ:۔ جو امور ہر نماز کو فاسد کر دیتے ہیں، وہی نماز جنازہ کو بھی فاسد کر دیتے ہیں۔ ۱۲

اس طرح کی دیگر عبارات بھی لاتعداد ہیں، انہی پر اکتفا ہے۔ اب بتلائیے اس سے کیا یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت نماز والی نہیں دعا والی ہے؟

علاوہ ازیں جس طرح دیگر نمازوں میں مقتدی صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور امام ان کے آگے ہوتا ہے بالکل یہی صورت نماز جنازہ کی ہے۔ گویا جنازہ نماز ہے کہ اس کی نماز والی حیثیت و شکل و صورت ہے۔ بلکہ پچھلی بحث کا نچوڑ یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کی ہیں۔ اور اس کے فساد کی وہی صورتیں ہیں جن میں دیگر نمازوں کا فساد ہے جب صحت و فساد کے لحاظ سے نماز جنازہ ٹھہری تو پھر اس کے نماز ہونے میں ابھی شک ہے ؟ ۔

دلیل چہارم - نماز جنازہ اپنی ابتداء انتہا اور ظاہری صورت کے اعتبار سے بھی نماز ہی کہلاتی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو احرام سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا السَّلَامُ ۔ رواہ الحاکم والترمذی وابوداود وابن ماجۃ والدار قطنی والطبرانی وغیرھم عن علی بن ابی طالب وابی سعید الخدری وابن عباس وغیرھم رضی اللہ عنھم ۔ یعنی نماز کی تحریم تکبیر ہے اور تحلیل سلام ہے جیسے تلبیہ کہہ کر حاجی یا معتمر احرام کا آغاز کرلیتا ہے پھر اس کے لیے بہت سی حلال چیزیں موقتاً حرام ہو جاتی ہیں اور حلق یا قصر سے احرام کھل جاتا ہے اور حرام شدہ اشیاء پھر سے جائز ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جب نمازی نے اللہ اکبر کہہ لیا تو یہ اس کے لیے تحریم قرار پاگئی، کچھ چیزیں حرام ہو گئیں کسی سے اب گفتگو نہیں کرسکتا کھا پی نہیں سکتا سوال نہیں کرسکتا۔ مگر جونہی سلام پھیرا پھر سے یہ امور حلال ہو گئے۔

بتلائیے کیا یہی صفت نماز جنازہ کی نہیں ؟ شروع میں تکبیر کہی جاتی ہے اور پھر نمازی پر نماز کی کیفیت شروع ہو جاتی ہے ۔ نہ کلام کرسکتا ہے نہ دائیں بائیں دیکھ سکتا ہے بلکہ بندہ دونوں ہاتھ باندھ کر نماز والی صورت میں کھڑا ہو کر رب سے مناجات کرتا ہے اور آخر میں سلام پھیر کر موقتاً حرام کردہ اشیاء کو پھر سے خود پر حلال کرلیتا ہے۔ گویا نماز جنازہ کی ابتداء درمیان اور انتہاء سب کچھ نماز ہے۔

ہاں اگر نماز جنازہ میں دیگر نمازوں کے امور سے کچھ نہیں ہے تو رکوع و سجود نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ اسے باب الصلوٰۃ سے ہی نکال دیا جائے، دیکھیے مرض کے سبب اگر ایک شخص رکوع و سجود نہ کرسکے اور اشارہ سے نماز پڑھے تو بھی اسے

نماز ہی کہا جائے گا۔ اگر یہی اصول مانا جائے کہ جس میں رکوع و سجود نہ ہو وہ نماز نہیں تو اس کی نماز بھی نماز نہ ٹھہرے گی اگرچہ وہ ایسا بوجہ عذر ہی کر رہا ہے، اگر اشارہ کرنے والے کی نماز، قیام رکوع سجدہ اور قعدہ سب سے عاری ہو کر بھی نماز کے زمرہ میں رہتی ہے تو نماز جنازہ رکوع و سجود سے خالی ہو کر باب الصلوٰۃ سے خارج ہو گئی ؟

ع) جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ،

دلیل پنجم - جنازہ میں دعا کا رکن ہونا متفق علیہ نہیں،

اس سلسلہ میں اصل فقہی عبارات پیش کرنے اور پھر انکا ترجمہ اور ان پر تبصرہ کرنے میں تو کافی صفحات موجود میں آجائیں گے ہم اختصاراً عرض کیے دیتے ہیں۔ جس کو زیادہ شوق ہو وہ تحقیق کرسکتا ہے اور اصل عبارات کو دیکھ کر اطمینان کرسکتا ہے۔

نماز جنازہ میں تکبیرات اور قیام کا رکن ہونا تو سب کو تسلیم ہے ۔ در مختار میں ہے رکنھا التکبیرات والقیام نور الایضاح میں ہے۔ وارکانھا التکبیرات والقیام اگر نماز جنازہ میں حیثیت دعا حیثیت نماز پر غالب وارجح ہوتی یا یہ کہ نماز جنازہ دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہوتی تو کم ازکم اس میں دعا کو رکن تو سب فقہاء مانتے ۔ اس کی رکنیت پر کسی کو اختلاف نہ ہوتا مگر ایسا نہیں ہوسکا دعا کو نماز جنازہ کی سُنتوں میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ در مختار کی عبارت ہے وسنتھا ثلاثۃ التحمید والثناء والدعاء فیھا تقریباً یہی عبارت نور الایضاح وغیرہ کتب میں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں دیر سے شریک ہوا اور اس کی کچھ تکبیرات فوت ہو گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے صرف تکبیرات قضا کرلینے کا حکم ہے اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا اس نے پڑھنی تھی وہ اب نہ پڑھے ،

اگر دعا رکن ہوتی نماز جنازہ میں تو مسبوق کو دعا کا بھی حکم دیا جاتا ، جس کا استشہاد دیر ہے کہ دیگر نمازوں میں قرأت رکن ہے اس لیے مسبوق کو جماعت سے رہ جانے والی رکعات میں قرأت کرنا لازم ہوتا ہے، ثابت ہوا نماز جنازہ میں نماز کی حیثیت ہی قابل اعتبار ہے دعا والی جہت کو قطعاً غلبہ نہیں ۔

دلیل ششم ۔ آج تک کسی محدث و فقیہ نے نماز جنازہ کو کتاب الدعوات میں ذکر نہیں کیا ،

اگر نماز جنازہ بقول مخالفین دیگر دعاؤں کی نظیر ہے تو چاہیئے تھا کہ تمام کتب حدیث میں کتاب الدعوات میں اسے ذکر کیا جاتا مگر حقیقت ایسی نہیں ۔ کیونکہ صحاح ستہ اور دیگر تمام ان گنت کتب حدیث میں آپ یہی پائیں گے کہ کتاب الصلوٰۃ میں ایک باب ۔ باب الجنائز کا ہوتا ہے ۔ یا پھر صلوٰۃ الجنازہ کا عنوان ہوتا ہے ۔ اسی طرح مذاہب اربعہ کی تمام تر فقہی کتب میں کتاب الصلوٰۃ کے اندر صلوٰۃ العیدین ۔ صلوٰۃ الاستسقاء اور صلوٰۃ الخوف وغیرہا کے ساتھ ساتھ صلوٰۃ الجنازہ کا ذکر ہوتا ہے خود منکرین کی کتب میں بھی یہی دستور ہے ۔ گویا معلوم ہوا کہ تمام فقہاء و محدثین نماز جنازہ کو حقیقتاً نماز ہی تسلیم کرتے ہیں ۔

چیلنج اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ کسی معتبر و مستند محدث یا فقیہ نے نماز جنازہ کا ذکر باب الدعوات میں کیا ہو تو ہم اسے ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے ۔

فأتوا برهانكم ان كنتم صادقين ۔

چند اعتراضات کے جوابات ،

اعتراض نمبر ۱ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّيْفُ

مَحَّاءٌ لِلذُّنُوْبِ وَالصَّلٰوةُ عَلَيْهِ شَفَاعَةٌ لَّهٗ وَدُعَاءٌ ۔

(مبسوط للسرخسی ص۶۷ جلد دوم)

ترجمہ : ۔ نبی علیہ والسلام نے فرمایا تلوار گناہوں کو مٹانے والی ہے اور شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے شفاعت اور دعا ہے ، جس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ دراصل دعا ہے ۔

(رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازہ ص۴۵ مولفہ عزیز علی شاہ ثابت حنفی بخاری دیوبندی)

جواب یہ تو معترض کو بھی تسلیم ہے کہ نماز جنازہ محض دعا نہیں لہٰذا الصلوٰۃ علیہ دعاء کا جملہ مجازی معنی پر مشتمل ہے اور وہ ہے جزء کا حمل کل پر لہٰذا حدیث کا مفہوم سیدھا سادہ یہ ہے کہ چونکہ نماز جنازہ کی ایک جزء دعا ہے جس میں میت کے لیے شفاعت طلب کی جاتی ہے لہٰذا نماز جنازہ میت کے لیے دعا ہے اپنی ایک جزء کے اعتبار سے لہٰذا اس میں جزء کو کل پر حمل کیا گیا ہے ۔ یعنی دعا جو نماز جنازہ کا جزء ہے اسے کل پر حمل کر لیا اور کہا گیا الصلوٰۃ علیہ شفاعۃ لہٗ و دعاء اور جزء کا کل پر حمل ہونا ، استعمال میں عام ہے ۔ بالفرض اگر حدیث کا وہی مفہوم لیا جائے جو معترض کے ہاں ہے تو آئیے دیکھیے گا ۔

کبھی غیر اہم جزء کو کل پر حمل کر لیا جاتا ہے

مسلم شریف ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ الخ

(مسلم شریف جلد اول ص۲۰۳ کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ

ترجمہ: پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس نماز میں لوگوں کی سی کلام کرنا صحیح نہیں یہ تو تسبیح وتکبیر اور قراءۃ قرآن ہے۔

اب دیکھیے نبی علیہ السلام نے فرمایا نماز تو بس تکبیر و تسبیح ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ تکبیر و تسبیح نماز کی اہم اجزاء نہیں ہیں مگر پھر بھی انہیں کل نماز قرار دیا گیا۔ اس طرح نماز جنازہ میں دعا کے ایک جزء ہونے کے اعتبار سے اسے کل نماز قرار دیا گیا۔ البتہ دیوبندی مکتب فکر کو چاہیئے وہ کہے کہ نماز کی صرف یہی حقیقت ہے کہ وہ بس تکبیر و تسبیح ہے جیسے کہ وہ کہتا ہے کہ نماز جنازہ کی حقیقت بس دعا ہے لہٰذا اگر دیوبندیوں کے نزدیک نماز جنازہ نماز نہیں۔ تو انہیں چاہیئے کہ کسی نماز کو بھی نماز نہ کہیں۔

اعتراض نمبر ۲ اس کو دعا کی نظیر قرار دینا قیاس میں معتبر ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الجنائز میں ایک مسئلہ کے جواز میں لکھا ہے

اجزأهم في القياس لانها دعاء (قیاس میں ان کو کافی ہے کیونکہ یہ دعا ہی تو ہے)

رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ص ۴۵

جواب معترض نے پوری عبارت نہیں لکھی مکمل عبارت یوں ہے۔
اَجْزَأَهُمْ فِي الْقِيَاسِ لِاَنَّهَا دُعَاءٌ وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ لَا يُجْزِئُهُمْ لِاَنَّهَا صَلٰوةٌ مِنْ وَجْهٍ لِوُجُوْدِ التَّحْرِيْمَةِ۔ یعنی محض قیاس تو کہتا ہے کہ یہ دعا ہے لہٰذا سوار ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے مگر استحسان کے نزدیک یہ ایک طرح سے نماز ہے کیونکہ اس میں تکبیر تحریمہ ہے اور یہ پیچھے گذر چکا کہ استحسان کو قیاس پر ترجیح ہوتی ہے۔ اور شارحین ہدایہ نے یہ بھی اضافہ کیا۔ کہ فِيْهَا اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَالطَّهَارَةُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاِزَالَةُ النَّجَاسَةِ۔

گویا معترض کا طرز استدلال یہ ہے لا تقربوا الصلوٰۃ کی رٹ لگاؤ اور انتم سکاریٰ کے قریب نہ جاؤ۔

اعتراض نمبر ۳ عنایہ میں ہدایہ کے اس قول الاتیان بالدعوات استغفار للمیت کے نیچے لکھا ہے اشارۃ الی ان المقصود هو الدعاء یعنی اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصل مقصود دعا للمیت ہے۔

رسالہ تحقیق الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ص ۴۵

جواب اس عبارت سے معترض کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ آخر اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ نماز جنازہ اسی مقصد کے لیے پڑھی جاتی ہے کہ میت کے لیے استغفار کی جائے۔ مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ باب الصلوٰۃ میں سے نہیں بلکہ دیگر دعاؤں کی طرح ایک دعا ہے اور باب الدعوات میں سے ہے۔

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ یہ ساری بحث اسی لیے کر رہے ہیں کہ ثابت کیا جائے کہ نماز جنازہ، نماز نہیں بلکہ دعا ہے۔ اس لیے جہاں قرآن و حدیث میں نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے اس میں نماز جنازہ شامل نہیں ہوتی اور صد افسوس ہے تم پر کہ عنایہ شرح ہدایہ کا وہ حصہ تم نے لے لیا جس میں تمہیں کچھ اپنا مقصد غلط فہمی کے سبب نظر آیا اور اگلا حصہ چھوڑ دیا جس میں صراحت کے ساتھ دعا بعد نماز جنازہ کا ذکر ہے۔

عنایہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو!
اِنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الدُّعَاءُ وَالْبِدَايَةُ بِالثَّنَاءِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةُ الدُّعَاءِ تَحْصِيْلًا لِلْاِجَابَةِ فَاِنَّهُ رُوِيَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأٰی رَجُلاً فَعَلَ هٰکَذَا بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُدْعُ فَقَدْ اُسْتُجِیْبَ لَکَ۔

عنایہ علی الهدایہ جلد اوّل ص ۴۶۱ ،

ترجمہ:۔ نمازِ جنازہ میں مقصود دعا ہے۔ اور ثناء اور درود شریف سے ابتداء اس لیے ہے کہ یہ دعا کی سنت ہے تاکہ دعا قبول ہو جائے اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے بعد بھی ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا دعا مانگو تمہاری دعا قبول ہوگی۔

لہٰذا ہم معترضین سے یہی سوال کرتے ہیں کہ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کا مصداق بننے کی کوشش آپ نے کب سے شروع کر رکھی ہے؟

بحث کا خلاصہ نمازِ جنازہ دیگر نمازوں کی طرح نماز ہے دیگر دعاؤں کی طرح دعا نہیں۔ اس لیے کہ اس کی شرائط وہی ہیں جو دیگر نمازوں کی ہیں۔ اس کے نصف ارکان بھی وہی ہیں جو دیگر نمازوں کے ہیں اس کے مفسدات بھی دیگر نمازوں والے ہیں اس کی ظاہری صورت اور اس کی ابتداء انتہا بھی دیگر نمازوں والی ہے اس لیے آج تک کسی محدث و فقیہ نے اسے کتاب الدعوات میں ذکر نہیں کیا بلکہ کتاب الصلوۃ میں ذکر کرتے چلے آئے ہیں، لہٰذا نمازِ جنازہ دیگر نمازوں کی طرح بلکہ فرض نمازوں کی طرح ایک فرض نماز ہے۔ اور قرآن کریم اور احادیث نبوی کی جن نصوص میں نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے وہ نصوص نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہیں۔ اور یہ کہنا کہ اگر یہ نماز ہوتی تو اس کے لیے اذان و اقامت بھی ہوتی غلط ہے کیونکہ عیدین اور نوافل و سنن سب نمازیں ہیں مگر ان کے لیے اذان نہیں۔ نہ اقامت ہے۔

قرآن و حدیث اور اصول فقہ کی روشنی میں بریلوی اور دیوبندی استدلال کا موازنہ

چند متفق علیہ اصول و قواعد جن سے کسی مخالف و موافق کو اختلاف و انکار نہیں ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں پھر ان کے سامنے دعا بعد جنازہ کے متعلق دیوبندیوں اور بریلویوں کا موقف مع اپنے استدلال کے پیش کریں گے اور فیصلہ عوام پر چھوڑ دیں گے اور انتظار کریں گے کہ عوام کی عدالت سے کیا فیصلہ ملتا ہے۔

قاعدہ اولیٰ کسی مسئلہ میں اگر ایک طرف (مثلاً جواز پر) قرآن کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں اور دوسری طرف (یعنی اسی امر کے منع پر) کسی عالم یا فقیہ کا قول ہے یا چند فقہاء کے اقوال ہیں جو دیکھنے میں بظاہر آیات و احادیث سے متصادم نظر آتے ہیں تو وہاں کیا کرنا چاہیے۔

تو متفقہ قانون ہے کہ اس وقت ہم اقوال کی تاویل کریں گے اور فقہ میں ان کی نظائر تلاش کر کے ان کی روشنی میں اقوال کا درست معنیٰ ڈھونڈیں گے اور ساتھ ہی ان کے بعض لغوی معانی میں قرآن کی اصطلاحات اور لغت عرب کی تصریحات سے مدد لیں گے اور اس معنیٰ پر انہیں حمل کریں گے جس پر احادیث و آیات سے ان کا تصادم سرے سے ختم ہو جائے اور وہ قرآن و حدیث کے مطابق معلوم ہوں مخالف نہ معلوم ہوں۔ ایسے وقت میں یہ نہیں چاہیئے کہ آیات و احادیث میں تخصیص کر دی جائے اور ان کا عموم و اطلاق باطل کر کے انہیں اقوال کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ حجت تمام مسلمانوں کے لیے کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ہے جبکہ اجماع یا قیاس ان دونوں کی روشنی میں منعقد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے۔

قرآن فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ

Scanned with CamScanner

اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۔

(پارہ ۵ رکوع ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ: اگر تم کسی معاملہ میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرو اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور اس کا انجام خوب ہے۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔

مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ الخ

(پارہ نمبر ۲۸ رکوع نمبر ۴ سورہ حشر آیت نمبر ۷)

ترجمہ: رسول جو تمہیں دے دے وہ لے لو اور جس سے روکے رک جاو اور اللہ سے ڈرو۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ

(سورہ انفال پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر ۲)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور اس سے منہ نہ پھیرو جب سن لو۔

حدیث عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عُرِضَ لَکَ الْقَضَاءُ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَھِدُ رَأْیِیْ وَلَا آلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا

یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالدَّارِمِیُّ

(مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء الخ الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف (قاضی و والی) بنا کر بھیجا تو فرمایا جب تمہارے سامنے کوئی معاملہ پیش ہو تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کی اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا فرمایا اگر تم کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا فرمایا اگر سنتِ رسول خدا میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور زیادتی نہیں کروں گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کے سینے میں ہاتھ مارا اور فرمایا اور اللہ کی حمد ہے جس نے اپنے رسول کے رسول (فرستادہ) کو اس کام کی توفیق دی جس میں اللہ کے رسول کی رضا ہے۔

معلوم ہوا کسی بھی معاملہ میں فیصلہ کی بنیاد کتاب اللہ کی آیات اور نبی کی احادیث ہیں اقوالِ علماء کی طرف رجوع اس وقت کیا جا سکتا ہے جب ان دونوں میں اپنی ناقص عقول کی وجہ سے ہمیں حکم معلوم نہ ہو سکے۔ لہٰذا اقوال فقہاء اگر ہمیں قرآن و حدیث سے متصادم نظر آئیں گے تو ان کی تاویل کرنا لازم ہوگی تاکہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ٹھہریں مگر قرآن و حدیث میں تاویل و تخصیص جائز نہ ہوگی۔ انتہیٰ۔

بریلوی موقف و استدلال

دعا بعد نماز جنازہ جائز ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے۔

(۱) اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ یعنی ارشاد خدا ہے کہ جب بھی اور جس وقت بھی کوئی مجھے پکارے سنتا ہوں۔

(۲) وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ یعنی جب بھی آپ سے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں۔

(۳) وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ یعنی پچھلے لوگ فوت ہوجانے والوں کے بعد ان کی مغفرت کیلئے کہتے ہیں کہ اے رب ہماری مغفرت فرما اور جو لوگ باایمان ہم سے پہلے گذر گئے۔

(۴) اِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرو۔

(۵) حدیث پاک میں ہے کہ اِذَا فَرَغَ اَحَدُکُمْ مِنْ صَلٰوۃٍ فَلْیَدْعُ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص کسی بھی نماز سے فارغ ہو تو دعا کرے۔

(۶) اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ۔
یعنی جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ سے سلام پھیرا تو عمر فاروق ایک جماعت کے ساتھ آپہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔
اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرُوْا لَهُ میت کے لیے دعا مانگ لو اور استغفار کر لو۔

(۸) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُطْلُبُوا الْخَیْرَ دَهْرَکُمْ کُلَّهُ وَتَعَرَّضُوْا لِنَفَحَاتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ فَاِنَّ لِلّٰهِ نَفَحَاتٍ مِنْ رَحْمَتِهٖ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔
(طبرانی معجم کبیر نوادر الوصول بیہقی شعب الایمان) یعنی ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگتے جاؤ اور تجلیاتِ رحمت الٰہی کی تلاش جاری رکھو کہ اللہ عزوجل کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ (ان آیات واحادیث کی تفصیل اس رسالہ کے باب اول میں دیکھیں)۔
ان آیات واحادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ہر وقت دعا کرنا جائز ہے اور ہر

نماز کے بعد دعا کرنا چاہیئے اور اس سے مراد صرف نماز پنجگانہ نہیں بلکہ تمام طرح کی نمازیں اسی عموم میں داخل ہیں جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے بہشتی زیور حصہ یازدہم میں اور مفتی عزیز الرحمان صاحب دیوبندی نے فتویٰ دارالعلوم دیوبند میں کہا ہے کہ نماز عید کے بعد دعا مانگنا جائز ہے اگرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں تاہم جن احادیث میں ہے کہ ہر نماز کے بعد نبی صلی اللہ وسلم دعا کرتے تھے ان احادیث کے عموم میں نماز عید بھی شامل ہے (تفصیل گذشتہ ابواب میں گذرچکی)۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن وحدیث کی نصوص بڑی کھلی صراحت کے ساتھ دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر دال ہیں۔

اس لیے فقہاء کرام کے بعض اقوال (جو بظاہر دیکھنے میں دعا بعد جنازہ سے منع کرتے ہیں) کی تاویل کرنا واجب ہوگی اور انہیں موافق معنیٰ پر محمل کرنا لازم ہوگا۔ تاکہ قرآن وحدیث کے مطابق ٹھہریں۔

(۱) ہم نے ان اقوال پر نظر کی تو دیکھا کہ بعض میں شرط قیام ہے اور یہ الفاظ ہیں لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ۔ یا۔ لَا یَقُوْمُ دَاعِیًا، یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے قائم نہ ہو۔ اور قیام کا معنیٰ ٹھہر جانا یعنی دیر کر دینا بھی آتا ہے جیسے قرآن میں ہے۔
یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ منافقوں نے جنگ خندق میں مجاہدین سے کہا) اے یثرب والو تمہارے ٹھہرے رہنے کی کوئی جگہ نہیں پس لوٹ چلو (مزید مثالیں اور شواہد گذشتہ ابواب میں ملاحظہ کریں) لہٰذا مذکورہ اقوال کا یہ معنیٰ ہوا کہ کوئی شخص نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے ٹھہرا نہ رہے یعنی غیر معمولی دیر نہ کر دے مثلاً یہ کہ قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا جائے درود شریف کا آغاز کر دیا جائے اور پھر لمبی چوڑی دعائیں کی جائیں کیونکہ اس طرح کرنے سے ان لواحقین واحباب میت کو تکلیف ہوگی جو نماز جنازہ میں شرکت کے لیے دور دراز سے آئے ہوں اور نماز کے

بعد انہوں نے لوٹ جانا ہو اور دفن کو بھی بلا وجہ کی تاخیر ہو گی، بلکہ مختصر سی دعائی جائے اور جنازہ اٹھالیا جائے تاکہ قرآن و حدیث کے گذشتہ ارشادات پر عمل ہو جائے اور اگر وقت بہت تنگ اور آفت سر پر ہو۔ مثلاً نماز ہی میں شدید بارش شروع ہو جائے، یا کسی طرح دشمن یا درندے کے حملہ آور ہونے کا خوف شدید ہو۔ یا میت کا بدن بدبو چھوڑ رہا ہو اور اس کے پھٹ جانے کا خوف ہو تو ایسی حالت میں اگر نماز جنازہ سے سلام پھیرتے ہی میت کو اٹھالیا جائے اور تمام لوگ اپنے اپنے دل میں ہی دعا کر لیں تو بہتر ہو گا۔

قیام بمعنیٰ ٹھہرے رہنا چونکہ متعدد بار قرآن میں آچکا اور لغت نے تصریح کر دی اس لیے اس معنیٰ پر مذکورہ اقوال کو محمول کیا جائے گا اور یہی ان کا درست معنیٰ ہے جو قرآن و حدیث سے متصادم نہیں ہے۔

(۲) اور بعض اقوالِ فقہاء (جو بظاہر دعا بعد جنازہ سے منع کرتے ہیں) میں ہم نے دیکھا کہ قید مشابہت ہے اور فقہا اکثر و بیشتر مقامات پر بعض ایسے احکامات بیان فرماتے ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے اوہام کے وقوع کا سدباب ہو جائے جو باعث فساد بن سکتے ہیں مثلاً، فقہی جزئیہ ہے کہ نماز عصر اور فجر کے بعد امام اور مقتدی ایسی حالت پر بیٹھے دعا و ذکر نہ کریں کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو یہ وہم ہو کہ ابھی نماز باقی ہے، تو ممکن ہے کہ اقتداء کر بیٹھیں اسی طرح نماز ظہر و مغرب و عشاء کے بعد نمازی جماعت والی صف بندی کی حالت توڑ کر بعد والی سنتیں پڑھا کریں تاکہ بعد میں آنے والوں کو نماز کے بقاء کے وہم کا احتمال نہ رہے اسی معنیٰ پر ان اقوال کو محمول کیا جائے گا جن میں ہے لا یدعو بعد صلوٰۃ الجنازۃ لأنہا یشبہ الزیادۃ فی الصلوٰۃ، یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ اس میں نماز کے اندر زیادتی کا شبہ ہو سکتا ہے۔ یعنی ایسی حالت پر دعا نہ کریں کہ یہ وہم

ہو کہ نماز جنازہ ابھی باقی ہے۔ اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ صف بندی والی حالت قائم رہے اور امام بھی اسی طرح کھڑا رہے اور دعا کی جائے، گویا عبارت کی تقدیر یہ ہے۔

وَلَا یَدْعُوْ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ عَلٰی حَالَتِہَا لِأَنَّہَا یُشْبِہُ الزِّیَادَۃَ

اور اگر صف بندی والی حالت قائم نہ رکھی جائے اور صفیں توڑ کر لوگ آپس میں گڈمڈ ہو جائیں اور امام اپنی جگہ سے دائیں بائیں ہٹ جائے اور دعا کریں تو اب بقاء صلوٰۃ کی حالت سے قطعاً مشابہت نہیں رہتی، اور نہ ہی کسی کو یہ گمان ہی ہو سکتا کہ نمازیوں نے نماز میں کسی امر کا اضافہ کر رکھا ہے کیونکہ ان کی حالت ہی نماز والی نہیں رہی لہٰذا پھر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ان اقوال کا یہ معنیٰ قرآن و حدیث کی ان نصوص سے قطعی متصادم نہیں جن میں مطلقاً ہر وقت اور گھڑی دعا کرنے کی اجازت دی گئی ہے یا جن احادیث میں ہر طرح کی نماز کے بعد دعا مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

دیوبندی موقف و استدلال

چونکہ فقہاء کے اقوال میں صراحت ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا نہیں چاہیے اس لیے مطلقاً ہر وقت دعا کی اجازت پر مشتمل آیات و احادیث اور ہر نماز کے بعد دعا کی ترغیب والی احادیث سے بعد نماز جنازہ کی حالت خارج ہے اور اس حالت کا آیات و احادیث کے عموم سے استثناء ضروری ہے یعنی ہر وقت دعا کرنا جائز ہے اور ہر طرح کی نماز کے بعد دعا کرنا چاہیے مگر نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ نماز جنازہ خود ہی دعا ہے۔ (شاید دیوبندی یہ سمجھتے ہیں کہ دعا کے بعد دوبارہ دعا کرنے سے دعا بددعا بن جاتی ہے۔

فیصلہ

اب فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ وہ سوچیں اور سمجھیں کہ آیا اللہ کے قرآن اور نبی کی احادیث کو بنیاد بنا کر دعا بعد جنازہ کو جائز کہنا چاہیئے اور فقہاء کے

اقوال کی تاویل کرنا چاہیئے یا فقہاء کے اقوال کو بنیاد بنا کر اللہ اور رسول کے ارشادات میں تخصیص کرنا چاہیئے اور اس دعا کو ناجائز کہنا چاہیئے جب کہ یہ متفق علیہ امر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ میں تخصیص محض قیاس سے کرنا حرام ہے بلکہ خبر واحد سے بھی ناجائز ہے جب تک کہ آیات کے مقابلہ میں خبر مشہورہ یا متواترہ نہ آجائے۔

ڈنکے کی چوٹ جب کہ ہم بریلوی مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ دیوبندی مسلک کے پاس دعا بعد جنازہ کے منع ہونے پر قرآن کریم کا ایک لفظ تک نہیں اور حدیث متواتر یا مشہور کا ہونا تو درکنار ان بیچاروں کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف خبر واحد بھی نہیں اگر دکھا دیں تو ہم دعا بعد جنازہ کا عمل چھوڑ دیں گے، مگر تا قیامت ایک ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتے۔

پھر کس بنیاد پر قرآن و حدیث کی نصوص عامہ کو چند فقہی اقوال کی وجہ سے خاص بنانے کی کوشش کرتے ہیں؟

(ع) خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں (اقبالؒ)

قاعدہ ثانیہ علم اصول فقہ میں یہ قاعدہ موجود ہے کہ کسی نصِ قرآنی یا نص حدیث کے معنیٰ میں اختلاف ہو تو وہاں تخصیص کرنے کی بجائے اسے ایسے معنیٰ پر محمول کرنا چاہیئے کہ تخصیص واستثناء لازم ہی نہ آئے اور نص اپنے عموم پر قائم رہے (اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نصوص کی عمومیت کا مقام کس قدر مضبوط ہے اور انہیں بغیر خبر مشہورہ یا متواترہ کے تعارض کے باطل کرنا کتنا برا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تخصیص کر لینے سے وقتی طور پر ذہن کو اطمینان ہو جاتا ہے مگر بعد میں کسی اور اعتراض کے ورود پر مزید تخصیص کرنا پڑتی ہے اور یوں یہ سلسلہ طویل ہو جاتا ہے اس کے برعکس اگر نص کا معنیٰ تخصیص کرنے کے بجائے تاویل کر لیا جائے اور اسے ایسے معنیٰ پر محمول کیا جائے کہ تخصیص کی ضرورت ہی نہ رہے تو وہ نہایت ہی پُرامن راستہ ہے۔

مثلاً قرآن میں ہے او لامستم النساء (یعنی اگر تم عورتوں کو مس کرلو تو پھر طہارت کرو (پہلی طہارت ٹوٹ گئی) اس مس کا معنیٰ فقہ حنفی نے بیوی سے ہم بستری کرنا مراد لیا ہے یعنی اگر تم اپنی بیوی سے صحبت کرلو تو تم پر طہارت کرنا یعنی نہانا لازم ہے۔ لیکن جنہوں نے مس کا معنیٰ ہاتھ سے چھونا کیا، یعنی یہ کہ اگر تم عورتوں کو ہاتھ سے چھولو تو دوبارہ طہارت (یعنی وضوء) کرو انہیں بار بار تخصیص کرنا پڑی۔ اور کہنا پڑا کہ نہیں! اگر ماں بیٹی بہن یا دیگر محارم میں سے کسی کو ہاتھ سے چھولیا تو وضوء نہیں ٹوٹے گا اور یہ صورت آیت میں سے تخصیص کے ساتھ نکالی گئی ہے۔ اسی طرح انہیں کہنا پڑا کہ اگر کسی بہت چھوٹی غیر محرم بچی کو ہاتھ لگایا تو بھی وضوء نہیں ٹوٹے گا اور یہ صورت بھی آیت سے تخصیص کے ساتھ نکالی گئی ہے لیکن اگر احناف کے ہاں مسلّم معنیٰ لے لیا جائے تو ان تخصیصات کی ضرورت ہی نہیں رہتی تفصیل کے لیے دیکھیے اصول الشاشی ص۴۹ بحث الکتاب، فصل فی تعریف طریق المراد بالنصوص اور دیگر تمام کتب اصول فقہ۔

معلوم ہوا نص کی تاویل کرنا اس سے بہتر ہے کہ اس کی تخصیص کی جائے اور یہ کہ تخصیص سے بچنا چاہیئے خواہ وہ خبر متواترہ یا مشہورہ ہی سے ہو اور اس کی نوبت ہی نہیں لانی چاہیئے یہاں ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر نص کی بھی تاویل نہ کی جائے بلکہ اس کے مقابل ہونے والے اقوال کی تاویل کر لی جائے اور نصوص اپنے عموم پر رہیں تو یہ اور زیادہ بہتر ہو گا۔

بریلوی موقف دعا بعد نماز جنازہ کے جواز پر وہ آیات واحادیث اپنے عموم کے ساتھ دال ہیں جن میں ہر وقت دعا کرتے رہنے اور کرنے کے جواز کا بیان ہے۔ پھر جن احادیث میں ہر نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب و تلقین ہے وہ

بھی اس دعا کو مستحسن قرار دیتی ہیں پھر جن احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مروی ہے اس کی اجازت اور اس کا امر مروی ہے مثلاً شہداء جنگ موتہ کی نماز جنازہ کے بعد آپ نے دعا مانگی اور ایک موقعہ پر حضرت عمر کو ایسا کرنے کا امر فرمایا پھر حضرت عبداللہ بن سلام نے نماز جنازہ کے بعد دعا میں شمولیت کی تمنا کی، اور دور بھی عہد صحابہ کرام میں یہ تمام امور و نصوص دعا بعد جنازہ کو جائز اور بہتر قرار دیتے ہیں اس کے برخلاف چند فقہاء کے اقوال ہیں جو بظاہر اس دعا کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ ان اقوال کی تاویل کر دی جائے ورنہ قرآن کی آیات اور نبی کی احادیث کے عموم کو باطل کر کے ان میں تخصیص کرنا پڑے گی۔ ان اقوال کی تاویل پیچھے گذر چکی ہے اور تخصیص بھی اقوال فقہاء کی بنیاد پر۔ حالانکہ تخصیص اگر احادیث مشہورہ یا متواترہ کی بنا پر بھی ہو رہی ہو تو بھی اس سے بچنا بہتر ہے۔ اور اقوال کا وہ معنیٰ کر لینا ضروری ہے کہ جس پر آیات و احادیث کی تخصیص کی ضرورت نہ رہے!

دیوبندی موقف فقہاء کے اقوال دعا بعد جنازہ کو ممنوع بتلاتے ہیں لہٰذا ہر وقت دعا کے جواز والی آیات و احادیث میں سے بعد نماز جنازہ کی صورت کو مستثنیٰ کیا جائے اور آیات میں تخصیص کی جائے گی تاکہ تعارض نہ رہے۔

فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے کہ وہ دونوں مسالک کا موقف بغور پڑھیں اور جو حق ہو اسے تسلیم کریں۔

(ع) پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

دیوبندی مکتب فکر کے لیے ایک نئی دعوت فکر

دیوبندی حضرات ہمیشہ اہل سنت بریلویوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب

بہت سے حنفی فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد دعا سے روکا ہے تو تم دو میں سے ایک کام ضرور کرو۔ یا خود کو حنفی کہلانا چھوڑ دو یا دعا بعد نماز جنازہ چھوڑ دو اگر تم خود کو حنفی بھی کہو اور حنفی فقہاء کا فتویٰ بھی نہ مانو تو یہ فراڈ کب تک چلے گا؟

محترم قارئین! پچھلے صفحات میں ہم نے مکمل شرح و بسط کے ساتھ بتلا دیا ہے کہ حنفی فقہاء کے اقوال کا یہاں کیا مفہوم ہے اور کیا معنیٰ ہے۔

لیکن اگر ہم بالغرض یہ کاوش نہ بھی کریں اور اقوال فقہاء کی تاویل کے پیچھے نہ بھی پڑیں اور براہ راست یہ کہہ دیں کہ قرآن و حدیث کی ہر وقت اور ہر نماز کے بعد دعا کے استحباب پر مشتمل نصوص سے تعارض کی وجہ سے ہم ان اقوال کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تو بھی جو اعتراض ہم پر آئے گا وہ پہلے دیوبندی حضرات پر آئے گا۔

کیونکہ کئی ایسے فقہی جزئیات ہیں جو احناف کی متداولہ کتب میں خواہ متون ہوں خواہ شروح سب میں تواتر کے ساتھ موجود ہیں مگر دیوبندی زعماء نے انہیں یہ کہہ کر رد کیا کہ یہ شرعی نصوص سے متعارض ہیں۔ لہٰذا دیوبندیوں سے یہی سوال کیا جا سکتا ہے کہ تم خود کو حنفی بھی کہتے ہو اور حنفی فقہاء کے اقوال رد بھی کرتے ہو یہ دوغلی پالیسی اور منافقت کیوں کر جائز ہے۔ اب آئیے اس کی وضاحت لیجیے۔

فقہاء احناف کے متعدد اقوال سے زعماء دیوبند کی روگردانی و انکار

پہلی مثال کتب فقہ حنفی میں کثرت کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے جو ہدایہ کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ اَنْ يُصَلِّيْنَ وَحْدَهُنَّ الْجَمَاعَةَ لِاَنَّهَا لَا تَخْلُوْ عَنِ ارْتِكَابِ مُحَرَّمٍ وَهُوَ قِيَامُ الْاِمَامِ وَسْطَ الصَّفِّ فَيُكْرَهُ كَالْعُرَاةِ وَاِنْ فَعَلْنَ قَامَتِ الْاِمَامُ وَسْطَهُنَّ۔

(۱) ہدایہ کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص۱۲۳ باب الامامۃ۔

(۲) کنز الدقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ص۴۹۔

(۳) شرح وقایہ جلد اول کتاب الصلوٰۃ فصل فی الجماعۃ ص۱۵۲

ترجمہ:۔ عورتوں کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ مل کر آپس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں کیونکہ یہ عمل ایک ناجائز امر سے خالی نہ ہوگا یعنی امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا۔ لہٰذا ننگوں کی جماعت کی کراہت کی طرح یہ مسئلہ بھی ہے اور اگر یوں کر ہی لیں تو ان کی امام ان کے درمیان کھڑی ہو۔

تو مسئلہ تھا فقہاء احناف کے فتویٰ کے مطابق۔ اب دیوبندی عالم مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی سُنیئے جو رؤس الاشہاد اس کی تردید کرتے ہیں۔

وَلَا يَخْفَى ضُعْفُهُ بَلْ ضُعْفُ جَمِيعِ مَا وَجَّهُوا بِهِ الْكَرَاهَةَ كَمَا حَقَّقْنَاهُ فِي تُحْفَةِ النُّبَلَاءِ أَلَّفْنَاهَا فِي مَسْئَلَةِ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ وَذَكَرْنَا هُنَاكَ أَنَّ الْحَقَّ عَدَمُ الْكَرَاهَةِ كَيْفَ لَا وَقَدْ أَمَّتْ بِهِنَّ أُمُّ سَلَمَةَ وَعَائِشَةُ فِي التَّرَاوِيحِ وَفِي الْفَرْضِ الخ

عمدۃ الرعایۃ علیٰ شرح الوقایہ کتاب الصلوٰۃ فصل فی الجماعۃ ص۱۵۲

ترجمہ:۔ اس مسئلہ کا ضعف مخفی نہیں ہے بلکہ اس کے (جماعۃ النساء کے) مکروہ ہونے کی جو وجہ فقہاء نے بتلائی ہے اس کا ضعف بھی مخفی نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق "تحفۃ النبلاء" میں کی ہے جو ہم نے مسئلہ جماعتِ نساء کے متعلق لکھا ہے اور وہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ حق یہی ہے کہ عورتوں کی علیحدہ جماعت مکروہ نہیں ہے کیونکہ ام سلمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے تراویح اور فرائض میں عورتوں کی امامت کی ہے۔

شرط انصاف

بریلوی علماء دعا بعد نماز جنازہ سے ممانعت کے متعلق اقوال فقہاء کو جب قرآن وحدیث کی نصوص سے متعارض پائیں اور ان کی تاویل کریں تو وہ تمہارے نزدیک حنفیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور تم خود اقوالِ فقہاء کا سرے سے انکار کردو تو بھی تم پکے حنفی رہتے ہو؟

(ع) جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے،

دوسری مثال

جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کو کھانے والے کو ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

الجواب۔ ثواب ہوگا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص۵۹۴ کتاب الحظر والاباحۃ دیکھے آخر میں)

ناظرین آپ نے فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ عبارت پڑھ لی جس میں کتنی وضاحت ہے کہ سوال کرنے والا پوچھ رہا ہے کہ زاغ معروفہ (یعنی مشہور کوا) کا کھانا ثواب ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ ہاں ثواب ہے۔

اب آئیے فقہاء کے ارشادات سُنیئے کہ یہ کوا حلال ہے یا حرام۔

وَحَلَّ غُرَابُ الزَّرْعِ لَا الْأَبْقَعُ الَّذِي يَأْكُلُ الْجِيَفَ۔

(۱) کنز الدقائق کتاب الذبائح

(۲) حوالہ؟

(۳) حوالہ؟

ترجمہ:۔ کھیتی والے کوے کا کھانا حلال ہے مگر ابقع کوے کا کھانا حلال نہیں جو کہ مردار کھاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ابقع کوا کون ہے جسے فقہاء حرام قرار دے رہے ہیں

کیا یہ وہی کوا ہے جسے مشہور کوا کہا جاتا ہے اور جسے گنگوہی صاحب نے زاغ معروفہ کے عنوان سے حلال قرار دیا ہے۔ تو آئیے۔ گنگوہی صاحب کے بھی بزرگوار شاہ اہل اللہ صاحب کا قول سن لیجیے جو انہوں نے کنز الدقائق کے فارسی ترجمہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

مراد ابقع زاغ متعارف است کہ رنگ گردن آں بہ نسبت پر و باز دلش سفید باشد۔ یعنی ابقع سے مراد یہ مشہور کوا ہے جس کی گردن کا رنگ اس کے بال و پر کی بنسبت ذرا سفید ہوتا ہے۔

تبصرہ گنگوہی صاحب نے زاغ معروفہ کو حلال اور مستحب الاکل کہا ہے اور اسی کو فقہاء احناف نے ابقع کا نام دیکر حرام کہا ہے اور خود شاہ اہل اللہ نے اس حرام کوے کا تعارف زاغ متعارف کے لفظ سے کیا جسے گنگوہی صاحب نے زاغ معروفہ سے تعبیر کیا۔ لہٰذا کتنا صاف معاملہ ہے کہ جس کوے کو فقہاء احناف حرام کہہ رہے ہیں بعینہٖ اسی کوے کو صراحت کے ساتھ گنگوہی صاحب حلال ہی نہیں بلکہ اسے کھانا کار ثواب بتلا رہے ہیں۔ اور اس مردار خور مشہور کوے کی حرمت سے متعلق متعدد احادیث کو بھی در خور اعتناء نہیں لانا چاہتے چنانچہ ایک حدیث ہم بیان کیے دیتے ہیں تاکہ وضاحت ہو جائے۔

مشکوٰۃ شریف عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحِدَائَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۳۶)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچ برے جانور ہیں جنہیں حل و حرم ہر جگہ قتل کیا جائے

سانپ غراب ابقع (دیسی کوا) چوہا باؤلا کتا اور چیل۔

یاد دہانی کے لیے دوبارہ عرض کر دوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ جانوروں کو جہاں ملیں مار دینے کا حکم دیا ہے ان میں ابقع نامی کوے کو شامل کیا ہے اور اس ابقع کو شاہ اہل اللہ زاغ متعارف کہہ رہے ہیں اور گنگوہی صاحب زاغ معروفہ بتلا رہے ہیں اور حلال قرار دے رہے ہیں۔

دیوبندیو! اگر بریلوی علماء قرآن و حدیث کو حجت بناتے ہوئے ممانعت دعا بعد جنازہ سے متعلق اقوال کی تاویل کریں تو تم انہیں حنفیت سے خارج قرار دو اور خود تمام حنفی فقہاء اور نص حدیث کا انکار کرکے کوا حلال قرار دو تو تم پھر بھی پکے حنفی رہو۔ یہ دھوکہ دہی کہاں جائز ہے؟

تیسری مثال

امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین رضی اللہ عنہم کا متفقہ فتویٰ ہے کہ۔

لَا قِرَاءَةَ فِيْهَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَلَا تَشَهُّدَ۔

(۱) شرح وقایہ جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز صفحہ ۲۰۷

(۲) کنز الدقائق کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازہ

(۳) ہدایہ اولین۔

ترجمہ: نماز جنازہ میں قرآن کریم نہیں پڑھا جاتا مگر امام شافعی کے نزدیک پڑھا جاتا ہے اور نماز جنازہ میں التشہد بھی نہیں ہے۔

یہ تو مذہب تھا ائمہ مجتہدین احناف کا۔ اب مولوی عبدالحی دیوبندی کی بھی سنیے شرح وقایہ کے لفظ خلافا للشافعی پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

قَولُهٗ خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ، فَاِنَّ عِنْدَهٗ یُقْرَءُ الْفَاتِحَةُ بَعْدَ التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی وَهُوَ الْاَقْوٰی دَلِیْلًا هُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهُ الشُّرُنْبُلَالِیُّ۔

ترجمہ:۔ یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور دلائل کی رو سے یہی مسلک قوی ہے اور اسے ہی شرنبلالی نے اختیار کیا ہے۔

دیوبندی مسلک کے پیروکارو! تمہارے مقتدا جناب عبدالحی صاحب دیوبندی شرنبلالی کی بات مانتے ہوئے امام شافعی کے مسلک سے امام اعظم ابوحنیفہ اور تمام ائمہ احناف کے مسلک کو ضعیف قرار دیں تو وہ پھر بھی پکے حنفی ہی رہیں۔ اور بریلوی علماء ائمہ اہلسنت متاخرین فقہاء احناف کے قول کی محض تاویل ہی کریں تو وہ تمہارے نزدیک غیر حنفی ٹھہرتے ہیں۔ بتلاؤ یہ کہاں کا انصاف ہے۔